نام کتاب: تشریح اسباقِ نقشبندیہ مجددیہ

پسند فرمودہ : حضرت مولانا سید ظفر علی شاہ صاحب مجددی رُستمی دامت برکاتہم

مرتب: انجنیئر علاؤالدین

تعداد: 500

تاریخ طباعت: اکتوبر 2019

ملنے کا پتہ:

1. خانقاہِ فریدیہ متصل مسجد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ، محلہ کھنڈر، (نزد اخون بابا مزار) رُستم، مردان خیبر پختونخواہ
2. عبدالرشید محلہ کَس گاؤں پابینی ضلع صوابی
3. مکان نمبر 185، گلی نمبر 6، سیکٹر ایف-تھری-وَن، فیز 6 حیات آباد پشاور

برائے رابطہ:

1. حضرت مولانا سیّد ظفر علی شاہ صاحب مجددی رُستمی دامت برکاتہم
0333-5722266, 0345-6446444
2. علاؤالدین 0333-9063346 , 0315-9145806

اجمالی فہرست

حصہ اوّل	سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے اذکار ومُراقبات کے متعلق چند ضروری سوالات اور اُن کے جوابات
حصہ دوم	تشریح اسباقِ نقشبندیہ مجددیہ

تفصیلی فہرست

حصہ اوّل

حصہ دوم

تمام مشائخ کرام بالخصوص بندہ کے شیخ اوّل قطب الاقطاب

حضرت اقدس مفتی محمد فرید مجددی زروبویؒ

شیخ ثانی سیّدی ومُرشدی

حضرت مولانا سیّد ظفر علی شاہ صاحب مجددی دامت برکاتہم

اور دل وجان سے عزیز

گرامی قدر والدینِ محترم

کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مؤلف

"تشریح اسباق نقشبندیہ مجددیہ" لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

آج سے تقریباً چودہ سال قبل اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل و کرم سے شیخ المشائخ حضرت اقدس مفتی محمد فرید مجددیؒ سے بیعت کی سعادت نصیب فرمائی۔ ۱۴۳۲ ہجری (بمطابق 2011ء) میں حضرت اقدسؒ کی وفاتِ پُر ملال کے بعد آپؒ ہی کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا سید ظفر علی شاہ صاحب رُستمی دامت برکاتہم سے تجدید بیعت کی توفیق نصیب ہوئی۔

بندہ چونکہ بنیادی طور پر دنیوی نظام تعلیم کا پڑھا ہوا تھا اس لئے پہلے دن سے ہی لطائف، مراقبات اور دیگر اصطلاحات و تفصیلات کو سمجھنے میں دِقّت پیش آتی رہی، البتہ چونکہ خود بھی ان مراقبات کی برکات کا مشاہدہ ہوتا رہتا تھا اور بڑے بڑے علمائے کرام و مشائخ عظام کی مبارک زندگیوں میں بھی اس طریقہ ذکر کے فوائد و برکات نظر آتے تھے اس لئے مراقبات کی تفصیلات اور اصطلاحات کے مفہوم کو زیادہ تفصیل سے جانے بغیر نقشبندی و مجددی ترتیب کے مطابق اذکار و مراقبات کے معمولات پورا کرنے کی کوشش میں لگا رہا۔

اس دوران بار بار قلب میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے اصطلاحات و مراقبات کی تفصیلات جاننے کی خواہش بھی پیدا ہوتی رہتی، چنانچہ شیخی و سیّدی حضرت مولانا سید

ظفر علی شاہ صاحب سے اس سلسلے میں اکثر اوقات سوالات پوچھتا رہتا اور حضرت صاحب نہایت تسلی بخش رہنمائی فرماتے لیکن اس کے باوجود یہ تمنا دِل میں اُبھرتی کہ کاش کوئی ایسی عام فہم کتاب موجود ہوتی جس میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مراقبات، لطائف، ولایاتِ صُغریٰ، کبریٰ، عُلیا، حقائقِ الٰہیہ، حقائقِ انبیاء اور دیگر اصطلاحات اور مقامات و مدارج کی عام فہم تشریح موجود ہوتی تاکہ سلسلہ میں بیعت ہم جیسے کم علم اور دنیوی تعلیمی اداروں کے "فُضلاء" بھی ان تمام اصطلاحات کے مفہوم سے باخبر ہوتے۔ اس دوران کئی کتابیں نظر سے گُزریں جو دورِ حاضر کے بعض نقشبندی مشائخ نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی تشریح اور وضاحت کی غرض سے لکھی تھیں (اللہ تعالیٰ اِن تمام مشائخ کو جزائے خیر عطا فرمائے) لیکن اُن تمام کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اندازہ ہوا کہ یہ کتابیں سلسلہ سے وابستہ علمائے کرام کے لئے تو کسی نہ کسی درجہ میں مفید ثابت ہو سکتی ہیں لیکن ہم جیسے کم علم حضرات کے لئے ان کو سمجھنا اتنا آسان نہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ بظاہر یہی دکھائی دیتی تھی کہ اکثر کتابوں میں کئی سو سال قبل کے مشائخ کی مشکل عبارات کو بغیر کسی تبدیلی و تسہیل درج کیا گیا جس کو سمجھنا بذاتِ خود ایک مشکل اَمر تھا۔

تقریباً تین سال قبل جب بندہ کے شیخ و مرشد حضرت مولانا سیّد ظفر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم نے سلسلہ نقشبندیہ کے متعلقین کی رہنمائی کے لئے تحریر کردہ رسالہ "سلسلہ مبارکہ" دوبارہ شائع کرنے کی خواہش کا اظہار فرمایا، تو بندہ نے عرض کیا کہ اگر اذکار و مراقبات کے ساتھ مختصر تشریح بھی درج ہو جائے تو سالکین کو بہت فائدہ ہو گا۔ اجازت ملنے کے بعد بندہ نے سلسلہ کے اسباق کی تشریح کے سلسلے میں

حضرت صاحب کے ارشادات کو جمع کرنا شروع کر دیا۔اس کے علاوہ اس سلسلے میں لکھی گئی کتابوں میں جہاں کوئی مفید تشریح نظر آتی تو اُسے اپنے ساتھ محفوظ کر لیتا۔ نقل کرتے وقت جہاں کوئی اہم لیکن مشکل عبارت سامنے آتی تو اُسے آسان اور عام فہم زبان میں منتقل کرنے کی کوشش ضرور کرتا۔ ہر تشریح اور تلخیص کو برائے تصحیح حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کرتا تاکہ غلطی کا امکان کم سے کم تر ہو۔چونکہ سلوک مجددی کی ترتیب کا اصل ماخذ مکتوباتِ اِمام رَبّانی ؒ (مکتوبات شریف حضرت مجدد الف ثانی ؒ)اور مکتوباتِ معصومیہ (مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصومؒ)ہیں اس لئے اُن کا کئی بار مطالعہ کیا اور اُن کے اہم نکات کو کتاب میں شامل کیا۔ تشریحات، اقتباسات اور ملفوظات شامل کرنے کی وجہ سے مضمون کافی طویل ہو گیا اس لئے حضرت صاحب ہی کے حکم پر اس کو "تشریح اسباقِ نقشبندیہ مجددیہ" کے عُنوان سے الگ کتاب کی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے، جبکہ "سلسلہ مبارکہ "کو مختصر تشریحات کے ساتھ "فیوضاتِ فریدیہ" کے نام سے الگ شائع کیا گیا ہے۔

بندہ کے شیخ و مُرشد حضرت مولانا سیّد ظفر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم نے بیماریوں اور مصروفیات کے باوجود تمام تحریر کئی بار پڑھی اور ہر مرحلے پر رہنمائی فرمائی، اللہ تعالیٰ اُن کو صحتِ کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور اُن کے فیض کو عام اور تام فرمائے (آمین)۔ حضرت صاحب کے علاوہ دیگر جن احباب نے اپنے قیمتی اوقات میں سے وقت نکال کر اس رسالہ کو تصحیح کی نیت سے پڑھا اُن میں محترم و مکرم جناب مولانا سید احمد صدیقی صاحب، مولانا قاری محمد الیاس صاحب، مفتی اکرام اللہ جان حنیف صاحب، جناب قاری عبد الباسط صاحب، محترم ثاقب مسعود صاحب (خلفائے کرام

حضرت مفتی محمد فرید مجددی زروبوی ؒ) اور محترم مفتی سمیع الرحمٰن صاحب(خلیفہ حضرت مولانا سید ظفر علی شاہ صاحب) شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے(آمین)۔

اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا ہے کہ اس کتاب کو محض اپنے فضل و کرم سے اپنی بارگاہ میں قبولیت نصیب فرمائے اور عام مسلمانوں کے لئے بالعموم اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے سالکین کے لئے بالخصوص مفید ثابت فرمائے۔ آمین یارب العٰلمین۔

علاؤالدین عفی عنہٗ

(خلیفہ مجاز حضرت مولانا سید ظفر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم)

و

(لیکچرر، ڈیپارٹمنٹ آف کمپیوٹر سائنس اینڈ آئی ٹی، یونیورسٹی آف انجنیئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی پشاور)

(ستمبر، 2019)

نوٹ: کتاب میں جس جگہ بھی " بندہ " کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مراد کتاب کے مؤلف "علاؤالدین" ہیں۔

تقریظ

مُرشدی حضرت مولانا سید ظفر علی شاہ صاحب مجددی رُستمی دامت برکاتہم

(خلیفہ مجاز شیخ المشائخ حضرت مفتی محمد فرید صاحب مجددی زروبویؒ)

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے اسباق کی تشریح پر مشتمل یہ کتاب " تشریح اسباق نقشبندیہ مجددیہ "سالکین کے قلوب کی تقویت کا باعث بنے گی اور اُن کو رہنمائی فراہم کرنے میں معاون ثابت ہو گی (ان شاء اللہ)۔

البتہ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ سلوک اور معرفت کا سفر صرف کتابوں سے طے نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لئے کسی کامل شیخ کی صحبت، توجہ، رہنمائی، مسلسل مجاہدہ اور فضل خداوندی کی ضرورت ہوتی ہے۔ "تشریح اسباق نقشبندیہ مجددیہ " جیسی کتب کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ سالکین کو ضروری رہنمائی میسر ہو اور اُن کے ذوق وشوق میں اضافہ ہو۔

امید ہے سالکین اس کتاب میں درج اُن برکات و ثمرات کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے جو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے ہر ذکر و مراقبہ سے وابستہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ علاؤالدین صاحب کی اس کوشش کو اپنے دربار میں قبولیت عطا فرمائے اور سالکین کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

دعا گو

(حضرت مولانا) سیّد ظفر علی شاہ رُستمی عفی عنہٗ

کتاب کے قارئین کی خدمت میں ایک اہم گزارش

اس کتاب کو شائع کرنے کا یہ مقصد ہر گز نہیں کہ سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت حضرات صرف اس کتاب کے مطالعے کے ذریعے تصوف وسلوک کا سفر طے کر سکیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت، معرفت اور رضا کو حاصل کرنے کا سفر صرف کتابوں کے مطالعہ سے کبھی بھی طے نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لئے فضل خداوندی، صحبتِ شیخ، مسلسل محنت اور مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

بندہ کے پیرو مرشد حضرت مولانا سیّد ظفر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم بھی بارہا یہ ارشاد فرما چکے ہیں کہ اگر کسی شخص کو تصوف کی اصطلاحات اور مقامات کی تفصیلات کا علم نہ ہو لیکن مسلسل محنت، مجاہدہ ، ہمت، صحبت وتوجہاتِ شیخ اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اُس کے نفس اور قلب کی اصلاح ہو چکی ہو اور اُسے اللہ تعالیٰ کی معرفت، محبت اور رضا حاصل ہو چکی ہو تو وہ اُس شخص سے ہزار دَرجے بہتر ہے جسے تصوف کی تمام تفصیلات، مقامات اور اصطلاحات کا علم تو ہو لیکن اصلاحِ نفس اور رضائے الٰہی سمیت مندرجہ بالا نعمتوں سے محروم ہو۔

اس کتاب میں سلسلہ کے اسباق کی تفصیلات و تشریحات درج کرنے کا بنیادی مقصد صرف یہ ہے کہ سالکین کو سلسلہ کے اذکار ومراقبات کے فوائد، اثرات اور مفاہیم کے بارے میں ضروری معلومات حاصل ہو جائیں اور اُن کے ذوق وشوق میں اضافہ ہو۔

دوسری گزارش

اس کتاب میں جن اذکار و مراقبات کی تفصیلات بیان کی گئیں ہیں اُن کا مقصد یہ ہے کہ؛

- سالک کی ظاہری اور باطنی اصلاح ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے،
- عقائد درست ہو جائیں، دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت، عظمت اور خوف پیدا ہو جائے اور زندگی کے ہر شعبے پر اس کے واضح اثرات نظر آنے لگیں،
- نفس کی اصلاح ہو جائے اور ظاہری و باطنی گناہ چھوٹ جائیں،
- تمام عبادات کی ادائیگی اخلاص کے ساتھ ہونے لگے،
- لین دین، تجارت، کاروبار اور ملازمت وغیرہ شریعت کے احکامات کی روشنی میں ہوں اور دنیا کے ہر شعبے میں سچائی، امانت، دیانت اور انصاف سے کام لینے لگے،
- ماں باپ، بیوی بچوں، رشتہ داروں، ہمسائیوں اور دیگر اہل تعلق کے تمام حقوق اچھے طریقے سے ادا ہونے لگے،
- زندگی کے ہر شعبے میں سنتِ نبوی ﷺ پر عمل ہو،
- اخلاص، توکل، قناعت، عاجزی، خیر خواہی اور دیگر تمام اچھی صفات پیدا ہو جائیں اور ریا، حسد، بغض، کینہ، لالچ، تکبر وغیرہ جیسی بُری صفات کی اصلاح ہو جائے۔

اگر مندرجہ بالا اثرات سالک کی زندگی میں ظاہر نہیں ہو رہے تو اُسے تمام حالات اپنے شیخ کی خدمت میں پیش کرنے چاہیئں تا کہ بروقت ازالہ ہو سکے اور اذکار و مراقبات کے اِن اصل مقاصد کو حاصل کیا جا سکے۔

حصہ اوّل

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں مُرید کی اصلاح کیسے ہوتی ہے؟

چند سوالات اور اُن کے جوابات

سلوک کسے کہتے ہیں؟

نفس اور قلب کی اصلاح اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے راستہ پر چلنے کو سلوک کہتے ہیں۔ سلوک کا یہ راستہ سنت پر عمل کرنے ، مجاہدات اوراذکار و مراقبات وغیرہ سے طے ہوتا ہے۔

سالِک کسے کہتے ہیں؟

تصوف و سلوک کے راستے پر چلنے والے شخص کو سالِک کہتے ہیں، گویا اپنی اصلاح اور اللہ تعالیٰ کی رضاحاصل کرنے کے لئے کسی بھی سلسلے میں بیعت ہونے والے شخص کو "مُرید" یا "سالِک" کہ سکتے ہیں۔

سَیر سے کیا مُراد ہے؟

اللہ تعالیٰ کا خصوصی تعلق اور قُرب حاصل کرنے کے راستے پر چلنے کے دوران سالک کو

مختلف حالات پیش آتے رہتے ہیں ۔ایک حال سے دوسرے حال یا ایک روحانی مقام مقام سے دوسرے روحانی مقام کو منتقل ہونے کے اِس عمل کو "سَیر" کا نام دیا گیا ہے۔ یہ سَیر علمی اور روحانی طور پر ہوتی ہے، جسمانی طور پر نہیں۔[1]

جذب اور سلوک میں کیا فرق ہے؟

جذب اور سلوک دونوں صوفیائے کرام کی اِصطلاحات ہیں اور اِن سے مُراد وہ ذرائع ہیں جن کو اختیار کرکے اللہ تعالیٰ کی رَضا حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ سلوک سے مراد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے راستے پر چلنا ہے اور اِس راہ میں سالک، مجاہدات، اذکار و مراقبات کے ذریعے نفس کی بُری صِفات کا تفصیلی علاج کرکے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جبکہ جذب (جذبہ) میں سالک کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت، کشش، مَیلان اور توجہ پیدا کرانے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ سلوک کے راستے کو ذوق وشوق سے طے کر سکے۔

جذب سے 'تصفیہ' اور سلوک سے 'تزکیہ' حاصل ہوتا ہے۔ "تصفیہ" قلب کی صفائی کو، جب کہ "تزکیہ" نفس کو پاکیزہ بنانے کے عمل کو کہتے ہیں۔ تصوف کے اکثر سلاسل میں پہلے مجاہدات کے ذریعے نفس کی تمام بُری صِفات کی اصلاح کرکے نیک صِفات پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ سالک کے دِل (قلب) میں اللہ تعالیٰ کی محبت، عظمت اور کشش پیدا ہو جائے۔ گویا سلوک پہلے اور جذب بعد میں طے ہوتا ہے۔ جبکہ نقشبندی سلسلے میں پہلے لطائف پر اذکار کے ذریعے قلب کی صفائی کراکے جذب کا

---

[1] صوفیاء کی اصطلاح میں ایک تجلّی سے دوسری تجلی کو منتقل ہونے کو بھی "سَیر" کہتے ہیں۔

ابتدائی مرحلہ طے کیا جاتا ہے اور بعد میں مراقبات، مُجاہدات اور شیخ کی توجہ سے سلوک طے کرا کے نفس اور دیگر عناصر کی اصلاح کرائی جاتی ہے۔[1]

---

[1] گویا سلسلہ نقشبندیہ میں عالم اَمر کے لطائف کی اصلاح سے ابتداء ہوتی ہے اور اسی دوران عالم خلق (نفس وغیرہ) کی ضروری حد تک اِصلاح ہو جاتی ہے البتہ تفصیلی سلوک (یعنی نفس کی مکمل اصلاح) کے لئے مزید مراقبات و مجاہدات کرائے جاتے ہیں۔ دوسرے سَلاسِل میں ترتیب اس کے اُلٹ ہے، پہلے مجاہِدات کے ذریعے عالم خَلق (نَفس و دیگر عناصر) کی اصلاح ہوتی ہے اور پھر عالم اَمر (قلب، روح وغیرہ) کی اصلاح ہوتی ہے۔

❖ بندہ کے شیخ و مُرشد حضرت **مولانا سید ظفر علی شاہ صاحب** فرماتے ہیں: "جذب میں اللہ تعالیٰ سالک کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور سلوک میں سالک اللہ تعالیٰ کی طرف چلتا ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ کے ابتدائی اسباق میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرائی جاتی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ بندے کو اپنی طرف کھینچ لے اور بعد میں تفصیلی مراقبات کی مدد سے سلوک طے کرایا جاتا ہے، یہ سلسلہ نقشبندیہ کی ایک منفرد خصوصیت ہے۔ پچھلے زمانوں میں کئی سالک ایسے ہوتے تھے جن کی عمریں گزر جاتی تھیں لیکن وہ دنیا میں معرفت الٰہی سے محروم رہ جاتے تھے۔ جبکہ سلسلہ نقشبندیہ کے اسباقِ جذب یعنی لطائف پر ذکر کے دوران ہی سالک معرفت کی ابتدائی لذت کا مزہ چکھ لیتا ہے۔ دوسری طرف سلوک میں پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف چلنا ہے یعنی مراقبات و مجاہدات کے ذریعے نفس کی اصلاح کرنی پڑتی ہے تب کہیں جا کر معرفت مِلتی ہے۔"

❖ **مزید فرمایا کہ** "یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جس شخص کو محنت و کوشش کے باوجود دنیا میں معرفت الٰہی حاصل نہ ہوئی ہو، آخرت میں وہ بھی محروم نہیں رہے گا، وہاں ان شاء اللہ عارفین میں سے اُٹھایا جائے گا کیونکہ دنیا میں وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور معرفت کی طلب کے راستے پر چل رہا تھا لیکن موت آجانے کی وجہ سے مقصد تک نہیں پہنچ پایا۔"

فَیض سے کیا مراد ہے؟

فَیض سے مُراد وہ انوارات، فوائد اور اَثرات ہیں جِن کی وجہ سے نفس اور قلب کی اصلاح ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور قُرب میں اضافہ ہو جاتا ہے، نیک اعمال کی توفیق مِل جاتی ہے اور گناہ چُھوٹ جاتے ہیں۔

مُراقبہ سے کیا مراد ہے؟

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات یا اپنی اصلاح سے متعلق کسی بھی مضمون کا تصور کر کے فیضِ الٰہی کے انتظار میں بیٹھنے کو مُراقبہ کہتے ہیں۔

مراقبات کے فوائد باقاعدگی سے مراقبات کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا مکمل دھیان اور کامل یقین نصیب ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے رَفتہ رَفتہ گناہ چھوٹ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی اور بالآخر اُس کی رَضا نصیب ہو جاتی ہے۔[1]

سَیر اِلی اللہ اور سَیر فی اللہ سے کیا مُراد ہے؟

اللہ تعالیٰ کے ساتھ (انسان کے) تعلق کے دو درجے ہیں ایک کو "سَیر اِلی اللہ" کہتے ہیں، یہ محدود ہے۔ دوسرے کو "سَیر فی اللہ" کہتے ہیں، یہ غیر محدود ہے۔[2]

سَیر اِلی اللہ میں انسان کے نفس کی اِصلاح اور قلب کی صفائی ہوتی ہے۔ نفس کی اصلاح

---

[1] حضرت مولانا سید ظفر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق جتنے بھی شکوک وشُبہات انسان کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں، مراقبات کی وجہ سے وہ سب ختم ہو جاتے ہیں۔"

[2] مشائخِ نقشبندیہ، اللہ تعالیٰ کے ساتھ سالک کے اس خصوصی تعلق کو چار سیروں میں بیان کرتے ہیں جن کو "سیورِ اربعہ" کہتے ہیں۔ سیور اربعہ کی مختصر وضاحت اگلے صفحات میں دی گئی ہے۔

کو تزکیہ نفس اور قلب کی صفائی کو تصفیہ قلب کہتے ہیں۔ تزکیہ اور تصفیہ کی وجہ سے ہر قسم کے ظاہری و باطنی (یعنی نفس اور دل کے) گناہ چھوٹ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی رَضا نصیب فرمادیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور بندے کے اس باہمی تعلق کو نِسبت کہتے ہیں۔ نسبت حاصل ہونے کے اس عمل کو سیر اِلَی اللہ کہتے ہیں، اِس کے بعد سَیر فی اللہ شروع ہو جاتی ہے۔ سَیر فی اللہ میں سالک کی استعداد کے مطابق اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا انکشاف ہونے لگتا ہے، اللہ تعالیٰ کی مَعرفت (پہچان) بڑھتی ہے، سابقہ تعلق میں ترقی ہوتی ہے اور اسرار و حالات کا ورود ہوتا ہے، یہ سَیر لامتناہی ہے[1] (از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شریعت و طریقت)

---

[1] حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: " سیر و سلوک و تزکیہ نفس و تصفیہ قلب سے مقصود ان باطنی آفات اور قلبی امراض کو دور کرنا ہے جن کی طرف آیت کریمہ "فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ (بقرہ آیت 10)" (ان کے دلوں میں مرض ہے) میں خبر دی گئی ہے تاکہ ایمان کی حقیقت حاصل ہو جائے اور ان (قلبی) امراض و آفات کے موجود ہوتے ہوئے اگر ایمان حاصل ہے تو وہ صرف ظاہر کے اعتبار سے ہے کیونکہ نفس اَمّارہ کا وجدان (باطنی ذوق) اس کے بر خلاف حکم کرتا ہے اور اپنے کفر و سرکشی کی حقیقت پر مستعد اوراڑا ہوا ہے، اس قسم کے ایمان اور ظاہری تصدیق کی مثال ایسی ہے جیسے قند و مصری کی مٹھاس کے ساتھ صفراوی مزاج والے کا ایمان ہوتا ہے کیونکہ اس کا وجدان اس کے (ایمان کے) خلاف گواہ ہے، شکَر کی مٹھاس کے ساتھ حقیقی یقین کا حاصل ہونا مرضِ صفرا کے دُور ہو جانے کے بعد ہی پایا جاتا ہے۔ پس تزکیہ نفس اور اس کے مطمئنہ ہو جانے کے بعد ایمان کی حقیقت حاصل ہوتی ہے، اُس کا ایمان وجدانی ہو جاتا ہے (یعنی اللہ تعالی کی ذات و صفات پر ایمان لانے کے لئے اُسے علمی دلائل کی ضرورت نہیں پڑتی) اور اس قسم کا ایمان زوال سے محفوظ ہے آیتِ کریمہ أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (سورہ یونس آیت 62) (یادرکھو جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ان کو ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے) ایسے ایمان والے لوگوں کے حق میں صادق آتی ہے۔" (مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب نمبر 46)

عالم اَمر اور عالم خلق سے کیا مُراد ہے؟

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں دو طرح کی مخلوقات پیدا کی ہیں۔ ایک "عالم اَمر" ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم "کُن" کے ساتھ ہی پیدا ہوئی اور دوسری مخلوق "عالم خَلق" کی ہے جہاں سب کچھ سبب کے ذریعے بتدریج وجود میں آیا ہے۔ قرآنِ پاک میں آیت "اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ" (یعنی اُسی کے لئے ہے خلق اور اَمر) میں اسی طرف اِشارہ ہے۔

عالم اَمر ایک بے کیف (بِلا کیفیت) عالم ہے اور یہ عرش سے اوپر ہے اور مادہ و مقدار اور عناصر کی ترکیب سے خالی ہے۔ انسانی رُوحیں، فرشتے اور لَطائِف اس کی مثالیں ہیں۔ (لطائف کی وضاحت آگے آرہی ہے)

عالم خَلق کی مخلوق مادہ اور مقدار سے پیدا ہوئی اور پیدا ہوتے ہی اپنی اصلی حالت میں نہیں آئی بلکہ بتدریج اپنی اصلی حالت تک پہنچی ہے یعنی اس کی تخلیق میں زمانہ لگا ہے۔ عالم خلق، عَرش سے نیچے ہے۔ تمام موجودات مثلاً انسان، ہوا، آگ، مٹی، آسمان، زمین وغیرہ اِس کی مثالیں ہیں۔

انسان کن اَجزاء کا مُرَکَّب ہے؟

صوفیائے کرام کی تحقیق کے مطابق انسان دَس اجزاء سے بَنا ہوا ہے، اِن دَس اجزاء میں پانچ اجزاء کا تعلق عالم اَمر اور پانچ کا تعلق عالم خَلق سے ہے۔ عالم خلق انسان کا ظاہر ہے اور عالم اَمر انسان کا باطن۔ دوسرے الفاظ میں انسان کی تخلیق میں پانچ اجزاء مادی اور پانچ غیر مادی ہیں۔ اِن دَس اجزاء کو لطائف کہتے ہیں۔ (مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب نمبر 284)

عالم اَمر کے پانچ لطائف مندرجہ ذیل ہیں؛

1: قلب 2:رُوح 3:سِر 4:خَفی 5:اَخفیٰ

عالم خَلق کے لطائف اصل میں دو ہی ہیں؛

6: نفس(1) 7:قالبیہ

قالبیہ (قالب) سے مراد پورا جسم ہے اور یہ چار عناصر (آگ، ہوا، پانی اور مٹی) سے بَنا ہوا ہے۔ان چاروں عناصر کا تعلق عالم خَلق سے ہے۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسانی جسم میں عالم خَلق کے بھی کُل پانچ لطائف ہوتے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں؛

6: نَفس 7:آگ 8:ہوا 9:پانی 10: مَٹی
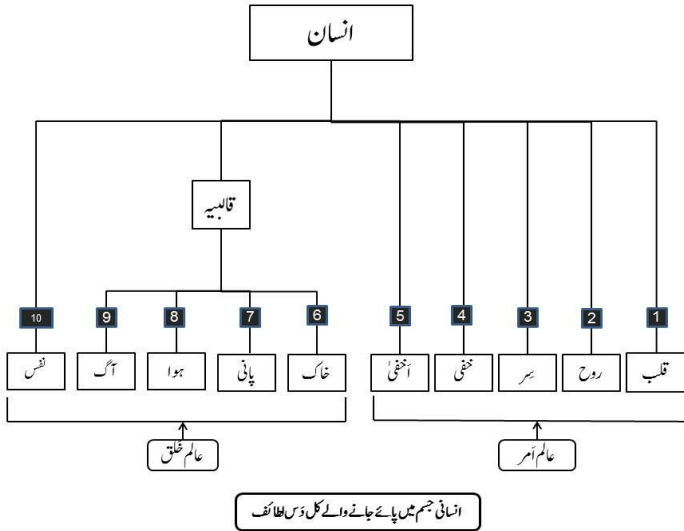
[1] نَفس اِنسان کے اندر ایک قوت ہے جس سے وہ کسی چیز کی خواہش کرتا ہے، خواہ وہ خواہش خیر کی ہو یا شَر کی۔ صوفیائے کرام کی تحقیق کے مطابق یہ آگ، پانی، ہوا اور مٹی کے مِلاپ (حرارت) سے پیدا ہوتی ہے۔

عالم اَمر کے لطائف سے کیا مُراد ہے؟

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ انسانی جسم دس اجزاء سے مل کر بنا ہے۔ پانچ اجزاء عالم خلق کے اور پانچ عالم امر کے ہیں۔ انسانی جسم میں پائے جانے والے عالم امر کے پانچوں لطائف میں سے ہر لطیفہ دراصل اُس "روحانی وجود" کا نام ہے جس کا جسم کے بعض حصوں کے ساتھ خاص تعلق ہوتا ہے۔ آسانی کے لئے ہم جسم کے اُن حصوں کو ہی "لطائف" کا نام دے دیتے ہیں۔ "لطائف"، لطیفہ کی جمع ہے۔ "لَطائف" کا نام اِن کو اس وجہ سے بھی دیا گیا ہے کہ عالم اَمر کی مخلوق ہونے کی وجہ سے اِن میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص لطیف [1] صلاحیت رکھی ہے جس کی وجہ سے یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنے والے انوارات و فیوضات کو جذب کر سکتے ہیں۔ گویا اَصل میں یہ عالم اَمر (عرش سے اوپر) موجود ہیں لیکن ہمارے بدن میں بعض مقامات کے ساتھ اُن کا خاص تعلق ہوتا ہے۔

گناہ کرنے کی وجہ سے لطائف میں روحانیت کم ہو جاتی ہے اور کثافت بڑھ جاتی ہے۔ روحانیت کم ہونے کی وجہ سے "لطائف" پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے انوارات کا نزول رُک جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے انسان میں نیکی کرنے کی خواہش کم یا ختم ہو جاتی ہے۔ ذکر اللہ کی برکت سے اِن لطائف سے گناہ کی گندگی اور نحوست دور ہو جاتی ہے اور انسان کا دل نیکی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ گویا یہ لطائف اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کے مختلف راستے اور فیض اِلٰہی کو حاصل کرنے کے دروازے ہیں۔

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی ایک مشہور حدیث میں "لطائف" کا اشارہ ملتا

[1] یعنی ایسی باریک طاقت (قوت) جو دیکھی نہیں جاسکتی۔

ہے۔ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی اِس روایت سے حضور ﷺ کے اِن خاص مقامات پر دست شفقت پھیرنے سے ان مقامات کی روحانی اہمیت اور اُن کے بابرکت ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ (اِبنِ ماجہ، باب الاذان) [1]

سلسلہ نقشبندیہ میں لطائف پر ذکر کرنے سے جلد اِصلاح کیسے ہو جاتی ہے؟

لطائف کا مختصر تعارف اس سے پہلے گزر چکا ہے، سلسلہ نقشبندیہ میں انہی لطائف پر دَھیان اور توجہ کر کے اذکار و مراقبات کرائے جاتے ہیں۔ اِن اذکار و مراقبات سے لطائف کی صفائی ہوتی ہے اور اُن کا ایک لطیف تعلق اپنی اَصل (جو عالم اَمر میں واقع ہے) کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے [2]۔ لطائف کی صفائی کی وجہ سے قلب کی بھی صفائی ہو جاتی ہے جسے "تصفیہ قَلب" کہتے ہیں۔ بعض اوقات "تصفیہ قَلب" کے دوران ہی

---

[1] ان میں سے بعض (لطائف) بعض سے زیادہ لطیف ہیں، اور جو لطیفہ کہ زیادہ لطیف ہے وہ عالم غیب سے زیادہ نزدیک ہے اور حضرت وہّاب عزّ شانہُ (یعنی اللہ تعالیٰ) سے فیوض اخذ کرنے میں سبقت رکھتا ہے۔ (مکتوبات معصومیہ دفتر سوم ص302)

❖ لطائف کی مزید تحقیق کے لئے ملاحظہ کیجئے: "بوادر النوادر ص 560 از حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ "

[2] لطائف کے اپنے اَصل کے ساتھ تعلق قائم ہونے کی وضاحت کرتے ہوئے بندہ کے شیخ و مُرشِد حضرت مولانا سیّد ظفر علی شاہ دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اِس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ گھر میں موجود کسی بجلی کے آلے کا کسی دور دراز مقام پر موجود ٹرانسفارمر کے ساتھ بجلی کے تاروں کے ذریعے رابطہ (کنکشن) بحال کیا جاتا ہے۔

نفس کی بھی کافی حد تک اِصلاح ہو جاتی ہے چنانچہ مزید مُجاہدات اور احکاماتِ الٰہیہ کی پابندی کرنا آسان ہو جاتا ہے۔[1]

خلاصہ عالم اَمر کے لطائف (قلب، روح، سِر، خَفی اور اَخفٰی) کے نورانی ہو جانے سے عالم خلق (نفس، ہوا، آگ، پانی، خاک) کی بھی کافی حد تک اصلاح ہو جاتی ہے۔

مختصر تعارف سلسلہ نقشبندیہ

سلسلہ نقشبندیہ میں کسی کامل شیخ کی نگرانی میں اذکار و مراقبات کرائے جاتے ہیں۔ اِن اَذکار و مراقبات کا بنیادی مقصد نفس کی اِصلاح اور اللہ تعالیٰ کی محبت و عظمت کو دِل میں پیدا کر کے ذاتِ الٰہی کا دھیان اور رضائے الٰہی حاصل کرنا ہوتا ہے [2]۔ اِن اذکار و مراقبات اور شیخ کی توجُّہ کی برکت سے اُس میں کئی ایسی اعلیٰ صفات پیدا ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ بَن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُسے اپنی رَضا اور خصوصی تعلق (نسبت) نصیب فرما دیتے ہیں۔

ظاہر اور باطن کی اصلاح کے لئے حضرت خواجہ نقشبندؒ نے جس طریقے کو تجویز کیا تھا، اُس میں پہلے ساتوں لطائف پر اسم ذات "اللہ اللہ اللہ" کا ذکر کرایا جاتا ہے۔ پھر

---

[1] تصفیہ سے مُراد عالم امر کے لطائف (قلب، روح وغیرہ) کی صفائی ہے جبکہ تزکیہ سے مُراد عالم خلق کے لطائف (نفس، خاک وغیرہ) کی صفائی ہے۔ عالم امر کے لطائف ذاتی طور پر نورانی ہیں لیکن عالم خلق کے لطائف کی معیت و ہمسائیگی کی وجہ سے اُن پر غبار پڑ جاتا ہے اس لئے اُن کی صفائی کی جاتی ہے جبکہ عالم خلق کے لطائف ذاتی طور پر کثیف اور مکدّر ہیں اس لئے اُن کا تزکیہ و تطہیر کرنا ضروری ہے۔ (مکتوبات قدسی آیات)

[2] ذاتِ الٰہی کا دھیان حاصل ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے موجود اور حاضر ہونے کا یقین مستقل طور پر نصیب ہو جائے۔

نَفی اِثبات (لا الٰہ الا اللہ) کا ذکر کرایا جاتا ہے اور آخر میں سات مراقبات کرنے ہوتے ہیں۔ گویا کل سولہ (۱۶) اسباق ہیں جسے "نَقشبندی" اسباق کہتے ہیں [1]۔ اِس کا آخری سَبَق "مراقبہ مَعِیَّت" ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے خلفاء نے آپ کی تعلیمات کی روشنی میں مراقبہ معیت کے بعد بیس (۲۰) مزید مراقبات ترتیب دیئے، جسے "مُجَدَّدِی" اسباق کہتے ہیں۔ گویا کُل اسباق کی تعداد چھتیس (۳۶) ہے۔
(اِن تمام اذکار و مراقبات کی تفصیل اگلے باب میں دی گئی ہے۔)

تجلیاتِ اِلٰہی سے کیا مُراد ہے؟

اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثل و بے مثال ہے۔ کائنات کو بنانے اور اِس کی مخلوقات میں مختلف صفات پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اُن پر اپنی تجلّیات نازل فرماتے ہیں۔ تجلّی کا لغوی معنیٰ ظاہر کرنا و ظاہر ہونا ہے۔ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی

---

[1] حضرت خواجہ نقشبندؒ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ایسا طریقہ عطا فرمائے جو مطلوب (یعنی اللہ تعالیٰ) تک پہنچانے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں دعا قبول ہوئی اور اُنہیں الہام ہوا کہ جذبہ کو سلوک پر مقدم کریں۔ چونکہ اسم ذات (اللہ کا ذکر) جذبہ پیدا کرنے کے لئے زیادہ مفید ہے، لہٰذا متاخرین نقشبندیہ نے پہلے اسم ذات کے ذکر کی تلقین کی ہے۔ (فیوضات حسینی المعروف بہ تحفہ ابراہیمیہ صفحہ 115)

❖ سلسلہ نقشبندیہ کا تعارف کرتے ہوئے حضرت **مفتی محمد فرید مجددیؒ** فرماتے ہیں: "مقام احسان اور حضور حاصل کرنے کے ذرائع میں ایک ذریعہ "طریقہ نقشبندیہ" ہے۔ اِس میں دائمی حضور اور فنائیت حاصل ہوتے ہیں اور جنہیں یہ نسبت حاصل ہو جائے اُن کے لئے رذائل کا ازالہ اور فضائل سے متصف ہونا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ (رسالہ مجددیہ)

ذات، صفات اور اسماء و افعال کا کسی شان، رَنگ، کیفیت یا حالت میں اظہار تجلّی کہلاتا ہے[1] ۔اللہ تعالیٰ کی صفات کی ''تجلّیات'' کے ذریعے کائنات کا نظام چل رہا ہے۔جب تک اَشیاء میں اللہ تعالیٰ کی وہ تجلّیات موجود رہتی ہیں تو اُن میں وہ صفات بھی موجود رہتی ہیں اور جس وقت اللہ تعالیٰ وہ تمام تجلیّات اُس سے اُٹھا لیتے ہیں تو اُسی وقت وہ صفت بھی ختم ہو جاتی ہے۔

مثلاً جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے پتلے میں اپنی صِفَتِ حَیات کی تجلّی ڈالی تو حضرت آدم علیہ السلام میں جان آگئی۔اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کسی کی زندگی ختم کرنا چاہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی تجلیاتِ حیات اُس سے اُٹھا لیتے ہیں اور اُس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، شئونات اور اعتبارات میں کیا فرق ہے؟

سلسلہ نقشبندیہ مُجَدَّدِیَہ میں بنیادی طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور شئونات کی تجلیات سے فیض حاصل کرنے کے لئے مراقبات کرائے جاتے ہیں۔شئونات جمع ہے ''شان'' کی۔

---

[1] حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: ''تجلی سے شے کا ظہور مراد ہے۔'' (مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب نمبر 221) اور حضرت جرجانیؒ فرماتے ہیں: ''غیبی انوار کے دِلوں پر منکشف ہونے کا نام تجلّی ہے۔'' (کتاب التعریفات ص 117)

یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ''تجلّی'' سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا ظہور (ظاہر ہونا) ہے اور جب دل کا آئینہ پاک صاف ہو جاتا ہے تو تجلّئ حَق کے قابل سمجھا جاتا ہے، مگر اس کا یہ معنی نہیں کہ جس کا دل صاف ہو اُس کو تجلّئ کی سعادت بھی حاصل ہو، تجلّئ کے لئے صاف دل ضروری ہے لیکن دلِ صفا پر تجلّئ ہونا ضروری نہیں۔یہ فضلِ خداوندی ہے۔ تجلّئ ذاتِ باری تعالیٰ سے تمام رذائل کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔(فیوضات درخواستی)

اور شان سے مُراد "اللہ تعالیٰ کی شان" ہے۔ شئونات کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد (كُلَّ يَوۡمٍ هُوَ فِي شَأۡنٍ) میں اسی طرف اشارہ ہے۔"شانِ الٰہی" اللہ تعالیٰ کی "ذات" اور "صفات" کے درمیان رابطے کا کام کرتی ہے۔شان الٰہی سے ہی "صِفات" نکالے جاتے ہیں اور اُن صفات سے اللہ تعالیٰ کے "نام (اَسماء)" وجود میں آتے ہیں۔

مثلاً جیسے زید" کاتِب" ہے، کتابت اُس کی صفت ہے تو زید ذات ہے اور کاتِب اُس کی صفت لیکن کاتب بننے سے پہلے اُس کی ذات میں کاتِب بننے کی استعداد اور قابلیت موجود تھی تو کتابت کی استعداد اور قابلیت ،زید کی وہ "شان" ہے جس نے ذات اور صفت کے درمیان رابطہ کا کام دیا۔[1]

شئونات اور صفات میں فرق کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا اپنا(خارج میں) وجود ہوتا ہے اور اُن کی اسمائے الٰہی کے ساتھ ایک پہچان ہوتی ہے۔ جبکہ شئونات کا تعلق محض اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہوتا ہے یعنی یہ اللہ پاک کی ذات پاک سے متعلق ہیں، ان کا خارج میں وجود نہیں ہے۔گویا صفات کی اصل شئونات ہیں البتہ شئونات کے اپنے الگ نام نہیں ہوتے۔

نوٹ: بعض کتابوں میں شئون (شئونات) کے بجائے شیون (شیونات) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

[1] حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: "شئوناتِ الٰہی ،اللہ تعالیٰ کی ذات کی فرع ہیں اور صفات ،شئونات کی فرع ہیں اور اَسمائے الٰہی جیسے خالق اور رازق صفاتِ الٰہی کی فَرَع ہیں اور اَفعال ،اسماء کی فرع ہیں اور تمام موجودات، افعال کے نتائج اور اُن کی فروع ہیں پس شئون اور چیز ہے اور صفات اور چیز ہے۔" (معارف لدنیہ) (حاشیہ جاری ہے)

تجلّیات کی کتنی اقسام ہیں؟

تجلّیات کی مندرجہ ذیل دو بنیادی اقسام ہیں؛

(1) تجلیاتِ ذاتی (وشئونانی)   (2) تجلیاتِ صِفاتی

تجلیاتِ ذاتی وشئوناتی کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات و شئونات کے ساتھ اور تجلی صفاتی کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ ہوتا ہے۔یعنی تجلی ذاتی کا مبداء (سرچشمہ) اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے[1]، اور تجلّیاتِ صفاتی کا مبداء اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کوئی صفت ہوتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ جاری) اور مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں: "صفات" ذات تعالیٰ و تقدس پر زائد وجود کے ساتھ خارج میں موجود ہیں اور "شئونات" عز سلطانہ کی ذات میں صرف اعتبارات کے درجے میں ہیں۔(یعنی ذات سے الگ اور زائد نہیں)

❖ شرح مکتوبات قدسی آیات میں شئونات اور اعتبارات میں فرق کو کچھ یوں بیان کیا گیا ہے: "اعتبارات بھی اللہ پاک کی ذات سے نکالے جاتے ہیں، لیکن اعتبارات و شئونات کے درمیان فرق کا ادراک عارف کے ادراک کی صلاحیت پر موقوف ہے۔اگر عارف اس بات کا مشاہدہ کرتا ہے کہ اللہ پاک کے علم یا قدرت یا صفات ثمانیہ میں سے کوئی صفت نکالی گئی ہے تو اس مشاہدے کو شئونات کا نام دیتے ہیں اور اگر عارف جان تو لے کہ اللہ پاک کی صفات میں سے کوئی صفت نکالی گئی ہے لیکن اس کا تعین نہ کر سکے تو اس کو اعتبارات کا نام دیتے ہیں۔اور مرتبہ اعتبارات مرتبہ شئونات سے افضل ہے۔ اس لئے کہ عارف جس قدر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوتا جائے گا اس کا ادراک، اس بلند و بالا مقام کی کوئی مخصوص کیفیت نہ ہونے کی بنا کم ہوتا جائے گا۔(شرح مکتوبات قدسی آیات ص54،55)

[1] تجلیٔ ذاتی سے مُراد حضرتِ ذات تعالیٰ و تقدس کا حضور ہے جو کہ اسماء وصفات و شئون و اعتبارات کے ملاحظہ کے بغیر ظاہر ہو۔(مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ دفتر اول مکتوب نمبر 27) اور یہ تجلیٔ اکثر مشائخ رحمہم اللہ کے نزدیک برقی ہے یعنی حضرت ذات حق (جل سلطانہ) (حاشیہ جاری ہے)

اللہ تعالیٰ کی صفات کی اقسام

اللہ تعالیٰ کی صفات کی بھی کئی اقسام ہیں، مثلاً:

1: صفاتِ ثبوتیہ ان کو صفاتِ ثمانیہ حقیقیہ (یعنی آٹھ حقیقی صفات) بھی کہتے ہیں [1]۔ یہ وہ صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں موجود اور ثابت ہیں۔ وہ آٹھ صفات یہ ہیں: حیات، علم، قدرت، کلام، سمع، بصر، ارادہ، تکوین۔ اِن میں اول شان "صفت الحیات" ہے اور آخری شان "صفتِ تکوین" ہے۔ (مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر 294)

2: صفاتِ سَلَبیہ وہ صفات جن سے اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ مثلاً جسم و جسمانیت سے پاک ہے، اس کی مثال و شبیہ نہیں، اس کا باپ و بیٹا نہیں، بے جہت و بے کیفیت و بے مثل ہے، یعنی تمام نقصانات و عیوب سے پاک ہے۔

(بقیہ حاشیہ جاری) کی بارگاہ سے تمام حجابات کا دور ہو جانا برق کی مانند تھوڑی دیر کے لئے ہوتا ہے پھر اسماء وصفات کے پردے ڈال دیئے جاتے ہیں اور ذات تعالیٰ و تقدس کے انوار کی شعائیں اور دبدبے (ان پردوں میں) چھپا دیئے جاتے ہیں۔۔۔ اور اکابر نقشبندیہ (قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) کے نزدیک یہ حضورِ ذاتی دائمی ہے اور ان بزرگوں کے نزدیک زائل ہو جانے اور غیبت سے بدل جانے والے حضور کا کچھ اعتبار نہیں۔ (مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ دفتر اول مکتوب نمبر 21)

❖ حضرت اقدس مفتی محمد فریدؒ فرماتے ہیں: "تجلی ذاتی کے انوارات سفید ہوتے ہیں۔" (از تجلیات فریدی جلد دوم صفحہ 288) سورج کی روشنی کی طرح (از اضافہ حضرت مولانا سید ظفر علی شاہ صاحب مدظلہٗ)

[1] بعض علماء کے مطابق صفات ثبوتیہ سات ہیں؛ حیات، علم، قدرت، کلام، سمع، بصر اور ارادہ۔ وہ تکوین کو الگ صفت تصور نہیں کرتے۔ حضرت مفتی محمد فرید مجددیؒ نے بھی اپنے رسالہ مجددیہ میں سات صفاتِ ثبوتیہ ہی کا ذکر کیا ہے۔

3: صفاتِ افعالیہ ان کو صفاتِ اِضافیہ بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ صفات ہیں جن کی ضِد (مخالف صِفَت) بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ رحیم ہے، اور اللہ تعالیٰ قَہار بھی ہے۔ صِفاتِ افعالیہ کی مثالیں تخلیق (پیدا کرنا)، ترزیق (رزق دینا)، تصویر (صورت بنانا)، احیاء (زندہ کرنا) وغیرہ ہیں۔ یہ صفات افعالیہ اللہ تعالیٰ کی صفت تکوین میں داخل ہیں۔ گویا کہ صفت تکوین ان سب کا اجمال ہے اور یہ سب اس کی تفصیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صفات افعالیہ کو صفات ثبوتیہ کا ظل بھی کہتے ہیں۔ (عقائد الاسلام حصہ اول ص 43 و شرح مکتوبات قدسی آیات ص 73)

تَجلّیاتِ ذاتی و صِفاتی اور مراقبات کی ترتیب کا باہمی تعلق

سلسلہ نقشبندیہ مُجَدَّدِیہ میں ذاتی اور صِفاتی تَجلّیاتِ الٰہی کے انوارات و فیوضات حاصل کرنے کے لئے کسی کامل شیخ کی رہنمائی میں، اذکار و مراقبات کرائے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قُرب کا راستہ (سُلوک) طے کیا جاتا ہے۔

ترتیب کچھ یوں ہوتی ہے؛

(1) سب سے پہلے لطائف پر اِسم ذات یعنی "اللہ اللہ" کا ذکر کر کے اُن کی صفائی کی جاتی ہے اور اپنے اَصل یعنی عالم امَر سے اُن کا رابطہ قائم کرایا جاتا ہے تاکہ جذبہ اور کشش الٰہی پیدا ہو۔

(2) لَطائف پر ذکر کے بعد نفی اثبات (یعنی لا الہ الا اللہ) کا زبانی اور قلبی (تصوراتی) ذکر کرایا جاتا ہے تاکہ نفس کی اِصلاح کا عمل بھی جاری رہے۔ اِسم ذات یعنی اللہ اللہ اور نَفی اِثبات (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ) کا ذکر کرنے کے بعد سالک میں شوق اور جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور اُس میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی تَجلّیات کے فیض کو جذب کرنے کی

خواہش اور صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

(3) اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی اَسماء و صِفات (صِفاتِ افعالیہ، صِفاتِ ثبوتیہ، شئون ذاتیہ، صفاتِ سَلَبیہ) اور شانِ جامع (تمام صفاتِ الٰہیہ) کی تجلّیات کے فیوضات و برکات کو حاصل کرنے کے مراقبات کرائے جاتے ہیں۔

(4) اس کے بعد مندرجہ بالا تجلیاتِ الٰہیہ کی اصل اور ذات باری تعالیٰ کی تجلیات کی مختلف حیثیتوں سے فیض حاصل کرنے کے لئے مراقبات کرائے جاتے ہیں۔ تفصیلات اگلے صفحات پر دی گئی ہیں۔

اِن تمام مراقبات میں سالک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ذاتِ الٰہی اور صفاتِ الٰہی کی تجلیات کی فیوضات اور برکات کے حصول کے لئے درخواست والتجاء کرتا ہے اور اس حُسنِ ظن پر بیٹھ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انتہائی سخی ذات ہے وہ حُسنِ ظن کے مطابق ہی معاملہ فرماتا ہے چنانچہ حدیثِ قُدسی بھی ہے کہ "اَنَا عِندَ ظَنِّ عَبدِی بِی" جس کا مفہوم یہ ہے میرا بندہ میرے متعلق جیسا گمان رکھتا ہے میں اُس کے گمان کے مطابق اُس کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں۔

لاکھوں لوگوں کا تجربہ اور مشاہدہ اس بات پر گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ طالبِ صادق کو خالی نہیں لَوٹاتے اور سالک کو اُسکی نیت اور استعداد کے مطابق تجلیاتِ ذاتی وصفاتی کی فیوضات و برکات نصیب فرمادیتے ہیں جس کی وجہ سے اُس کی ظاہری اور باطنی اصلاح ہو جاتی ہے اور وہ اللہ کا خاص بندہ بن جاتا ہے۔ تاہم اِس تمام عمل میں شیخِ کامل کی صحبت، رہنمائی اور توجہات کا بنیادی کردار ہوتا ہے بلکہ شیخِ کامل کی صُحبَت اور توجہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کے قُرب کی مَنزلیں طے کرنے کی کوشش کرنے والے سالکین نفس وشیطان کی چالوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اعلیٰ دینی صفات کو حاصل کرنے میں تجلّیاتِ اِلٰہی کا کیا کردار ہے؟

راہِ سلوک میں اصلاح کی عام ترتیب یہ ہے کہ بیعت ہونے کے بعد سالکین اپنے مرشد کی ہدایات کی روشنی میں اذکار و مراقبات شروع کر دیتے ہیں اور اپنے روحانی امراض بتا کر اُن سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ نفس اور قلب کی اصلاح کے اس ابتدائی مرحلے میں تمام مجاہدات بہ تکلف کرنے ہوتے ہیں اور چاہے نفس مانے یا نہ مانے اللہ تعالیٰ کے احکامات پورا کرنے کے معاملے میں اس کی مخالفت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ شیخ کی صحبت، اذکار و مراقبات کی کثرت اور مجاہدات کی برکت سے ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس پر فضل فرما کر اُس کو اپنا خاص تعلق اور رضا نصیب فرما دیتے ہیں اور اُسے اپنی ذاتی و صفاتی تجلیات سے مستفیض فرما دیتے ہیں جس کی برکت سے نفس، قلب و دیگر عناصر بخوشی اطاعت الٰہی کرنے لگتے ہیں۔

جس سالک کو صفاتی اور ذاتی تجلّیات میں سے حصہ نصیب ہو گیا تو اُسے اللہ تعالیٰ کی رضا، اخلاص اور دیگر مقاماتِ سلوک کے اعلیٰ درجات حاصل ہو جاتے ہیں[1]۔ بنیادی طور پر مقامات

[1] مقاماتِ سلوک کی مختصر وضاحت حضرت مولانا سید ظفر علی شاہ صاحب نے ایک مجلس میں اس طرح ارشاد فرمائی کہ "اَنابت سے مُراد ہے رجوع الی اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف لَوٹنا)، زُہد سے مراد ہے دنیا کی محبت کو ترک کر دینا، قناعت سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے پر صبر کرنا، تسلیم کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کے سامنے سَر جھکانا اور رضا کا مطلب اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلے کو خوشی سے ماننا ہے"۔ مزید فرمایا کہ "سلسلہ نقشبندیہ میں یہ تمام مقامات اجمالاً حاصل ہو جاتے ہیں لیکن اس پر اکتفا نہیں کرنا چاہیئے بلکہ مزید مجاہدات و مراقبات کے ذریعے ان مقامات کو تفصیلاً حاصل کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ سلوک کبھی ختم نہیں ہوتا۔"

سلوک دَس ہیں؛ توبہ، اِنابَت، زُہد، شُکر، وَرَع، قناعت، توکل، تسلیم، صبر اور رضا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ اِن دس مقامات (یعنی صِفات) کو حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کی تجلیات افعالیہ، تجلیاتِ صفاتیہ اور تجلیاتِ ذاتیہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اِن میں نو(9) مقامات اللہ تعالیٰ کے افعال و صفات کی تجلی ہونے پر حاصل ہوتے ہیں البتہ مقامِ رضا، تجلّیٔ ذات کے ساتھ وابستہ ہے اس لئے سالک کی کامل اِصلاح تجلیٔ ذات ہی سے وابستہ ہوتی ہے اور اسی سے اُسے اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہو جاتی ہے۔ مقامِ رضا حاصل ہو جانے کے بعد سالک کی کیفیات بالکل تبدیل ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد اُسے اپنے رَب کی طرف سے تکلیف پہنچے یا انعام حاصل ہو، اُس کے لئے دونوں صورتیں یکساں ہو جاتی ہیں۔

اِسی طرح جب سالک کے قلب پر اللہ تعالیٰ کی صفاتِ اَفعالیہ کا پَرتَو پڑتا ہے (جسے تجلّی افعالیہ کہتے ہیں) تو بندے کو یہ کامل یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ ہر کام کا اصل فاعل تو اللہ تعالیٰ ہے[1] اور جب اُس پر اللہ تعالیٰ کے صفاتِ ثبوتیہ کا عکس پڑتا ہے (دوسرے الفاظ میں

---

[1] حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: "تجلیٔ افعال سے مراد حق سبحانہُ کے فعل کا ظہور سالک پر اس طرح ہو کہ بندوں کے افعال اس فعل کے ظلال نظر آئیں، اور (بندہ) اس فعل کو ان افعال کی اصل جانے اور ان افعال کے قیام کو اس فعل واحد سے سمجھے" مزید فرماتے ہیں "تجلیٔ صفات سے مراد یہ ہے کہ سالک پر حق تعالیٰ سبحانہُ کی صفات کا ظہور اس طرح پر ہو کہ بندوں کی صفات کو واجب جل سلطانہُ (یعنی اللہ تعالیٰ) کی صفات کا ظلال جانے اور ان کے قیام کو ان کے اصول کے ساتھ معلوم کرے" (مکتوبات شریف دفتر سوم مکتوب نمبر 75)

❖ صِفاتِ الٰہی کے اِس مشاہدے پر توبہ و اَنابَت اور تقویٰ پیدا ہوتا ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کی نرمی اور مہربانی وارد ہوتی ہے تو اُمید (رجا) کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کی تجلی کا ظہور ہوتا ہے تو یہ پست و ذلیل دنیا اُس کی نگاہ میں خوار و بے اعتبار نظر آتی ہے اور دنیا سے بے رُغبتی پیدا ہو جاتی ہے اور زُہد کو اپنا لیتا ہے (حضرت مجدد الف ثانیؒ، تلخیص از مبداء و معاد)

اُس پر جب صفاتِ ثبوتیہ کی تجلّی پڑتی ہے) تو اپنے آپ اور باقی مخلوقات کو صفات سے خالی سمجھتا ہے اور ساری صفات اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے۔

ضروری تنبیہ یہ بات ضروری ہے کہ سالک ہر مرحلے پر اپنے روحانی امراض کی اصلاح کے سلسلے میں اپنے شیخ کو مطلع کرکے اُن سے رہنمائی لیتا رہے اور اُن کی ہدایات پر عمل کرتا رہے اور اپنی رائے اور تحقیق کو کافی نہ سمجھے۔

ظِلال سے کیا مُراد ہے؟

صوفیائے کرام کی اصطلاح میں ظِل سے مراد سایہ نہیں بلکہ ظِلال، اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں اُن ذرائع اور واسطوں کو کہا جاتا ہے جِن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی ذات، اسماء اور صفات کا فیض مخلوق تک پہنچتا ہے۔ انہی واسطوں اور ذرائع کو آسانی کے ساتھ سمجھنے کے لئے ظِلال کہہ دیا جاتا ہے۔(ارشاد الطالبین ص 41)

ظِلال کو اسماء وصفاتِ الٰہی کے حجابات (پردے) بھی کہہ سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان حائل ہیں[1]۔ اگر یہ ظلال خالق اور مخلوق کے درمیان حائل نہ ہوتے تو ذات وصفاتِ اِلٰہیہ کی تجلّیات کائنات کو جلادیتیں۔ جیسا کہ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نُور کے حجابات ہیں اور ایک دوسری روایت میں نار کا لفظ ہے اگر وہ حجابات

---

[1] حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒفرماتے ہیں: "ظلال، صفات کے عکوس ہیں، صفات شئون کے عکوس ہیں اور شئون اعتبارات ہیں ذات کے" (از بوادر النوادر) اور حضرت مولانا حسین علی ؒ فرماتے ہیں: "اور ظلال غیر متناہیہ کا دیکھنا عالم مثال میں اور ایک ظل سے دوسرے ظل تک پہنچنا یہ بندہ کے قرب پر دلالت کرتا ہے اور اس کے حق میں بشارت ہے، یہ مراد نہیں کہ یہ ظلال خارج میں موجود ہیں۔ ولایت صغریٰ کے دائروں میں ان کو ظلال صفات کہتے ہیں"۔(فیوضات حسینی ص160) (حاشیہ جاری ہے)

دور ہو جائیں تو ذات کی تجلّیات جہاں تک پہنچیں مخلوق کو جلا کر رکھ دیں۔(صحیح مسلم ص 99ج 1، مسند احمد ص 401، ج 4)اِن حجاب (پردوں) سے یہی ظلال مراد ہیں، یعنی اگر ظلال کی پیدائش نہ ہوتی تو تمام جہان ختم ہو جاتا کیونکہ اللہ تعالیٰ غنی عن العالمین ہے۔ عام مخلوقات تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیض انہی ظلال (واسطوں) کے ذریعے پہنچتا ہے۔ انبیاء اور ملائکہ کو اسماء اور صفات کا فیض براہ راست پہنچتا ہے اُن کے لئے کسی واسطے (ظِل) کی ضرورت نہیں پڑتی۔

(بقیہ حاشیہ جاری) شرح مکتوبات قدسی آیات میں ہے: ”ظلال کہتے ہیں صفات سے تعلق رکھنے والی چیزوں کو یا صفات کی ہم شکل چیزوں کو۔ (صفات سے تعلق رکھنے والی چیزوں یعنی) تعلقاتِ صفات کی مثال (ایسے ہے) جیسے علم کا تعلق معلومات کے ساتھ اور قدرت کا تعلق مقدورات کے ساتھ ہے۔ اسی طرح (صفات کی ہم شکل چیزوں کو یعنی) تمثالِ صفات کا مطلب صفات کے نمونے کو عالمِ مثال میں دیکھنا، جیسے زید کی صورت آئینے میں تمثالِ زید ہے“۔(از شرح مکتوبات قدسی آیات صفحہ 55،54)

فیوضات درخواستی میں ہے: ”اہلِ کشف نے کہا کہ اس جہاں کا ہر جُز حادث (ختم ہونے والا) ہے اور اللہ تعالیٰ قدیم ہے (یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا) اور موجودات موجود ہونے سے پہلے عدم کے پَردہ میں تھے، البتہ اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء وصفات کی تجلی فرمائی جس سے ان ممکنات کا وجود نفس الامری غیر موجود فی الخارج والا حاصل ہوا (یعنی جو چیزیں پیدا نہیں بھی ہوئی تھیں اُن کے وجود کا علم اللہ تعالیٰ کو تھا اور مقررہ مدت پر اللہ تعالیٰ کی تجلّی سے وہ ظاہر ہوئیں) اور پھر اللہ تعالیٰ اپنے اپنے وقت پر اُن کو ظاہر کرتے گئے اور کر رہے ہیں تو یہ ظلال ہیں صفات کے اور صفات عکوس ہیں شئون کے اور شئون اعتبارات ہیں ذات کے، تو پہلا دَرجہ ذات کا پھر شئون کا پھر صفات کا پھر ظلال کا۔ تو اشیاء اپنے موجود فی الخارج ہونے میں محتاج ہوئے ظلال کے جو عکوس ہیں صفات کے اور صفات عکوس ہیں شئون کے اور شئون۔۔ (حاشیہ جاری ہے)

مَبداء تعین یا مَبداء فَیض سے کیا مُراد ہے؟

"مبداء کسی چیز کے شروع ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں"۔ جب اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو چیز کی ابتداء جس جگہ سے ہوتی ہے اُس کو تعیّن کہتے ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں مخلوق اپنے خالق سے جدا ہوتی ہے اور اپنے وجود میں مستقل ہو کر اُس مقام سے فیض حاصل کرتی ہے اور جس مقام (اسم یا صفت) سے وہ مخلوق فیض حاصل کرتی ہے وہی اُس کا مُربّی (تربیت کرنے والا) اور مبداء فیض کہلاتا ہے ۔ بقول حضرت خواجہ محمد معصومؒ "مبداء تعین (مبداء فیض)، عاشق اور معشوق کے درمیان برزخ ہے"[1]۔

"مبداء فیض"، "مبداء تعین" اور "حقیقت" سب کا ایک ہی مفہوم ہے۔ جب سالک اللہ تعالیٰ کا اتنا قُرب حاصل کر لیتا ہے جو اس کا مبداء تعین ہے تو اس وقت سالک

(بقیہ حاشیہ جاری) متعلق بالذات ہیں تو اس اعتبار سے کائنات کا اگر اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق نہ ہو تو یہ وجود میں نہیں آسکتی اور نہ بقاء کو قبول کر سکتی ہے"۔ (فیوضات درخواستی ص114)

حضرت خواجہ محمد معصومؒ فرماتے ہیں: "ظِلال، شخص (مخلوق) اور صفاتِ حَق کے درمیان کثیر دَر کثیر ہیں، ہر ظل، ظل مافوق کا پَرتو ہے سالک پہلے اپنے ظل مافوق سے ترقی کر کے اس سے اُوپر والے ظل پر پہنچتا ہے، اسی طرح تمام ظلال کو طے کر کے اپنے مبداء تعیّن صفت تک پہنچتا ہے، پھر کسی کو ایک صفت سے فیض پہنچتا ہے، کسی کو دو صفات سے اور کسی کو چند صفات سے اور کسی کامل اکمل کو بواسطہ سرورِ عالم ﷺ تمام صفات سے" (خواجہ محمد معصومؒ ص 121، بحوالہ معارفِ بہلویؒ)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی ؒ فرماتے ہیں: "تمام عالم گویا ایک دائرہ ظلال کا سایہ ہے اور صوفی جب سیر و ترقی میں دائرہ ظلال تک پہنچ کر اُس میں فنا اور مستہلک ہو جاتا ہے تو جو قرب دائرہ ظلال کو خدا کے ساتھ ہوتا ہے (وہی قرب) اُس صوفی کو حاصل ہو جاتا ہے"۔ (ارشاد الطالبین ص7)

[1] مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب نمبر 66

کو اصطلاحاً وَلی کہنا چاہیئے۔[1]

وضاحت: دراصل فیض الٰہی کی مختلف صورتوں اور قِسموں کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کو مختلف اسماء اور صفات سے یاد کیا جاتا ہے ان میں سے ہر اسم اور صفت کو کسی نہ کسی مخلوق کے ساتھ خاص مناسبت ہوتی ہے اور وہ مخلوق اُسی اسم یا صفت کے ذریعے دوسرے اسماء اور صفات کا فیض حاصل کرتی ہے۔ بس یہی اسم وصفتِ الٰہی، اُس مخلوق کا مبداء تعین ہوتا ہے اور اِسی سے اس کو فیض پہنچتا ہے۔ لیکن یہ فرق ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات، انبیاء اور فرشتوں کے مبادیٔ تعینات ہیں جبکہ ان اسماء و صفات کے ظِلال دوسرے انسانوں اور مخلوقات کے مبادیٔ تعیّنات ہیں[2]۔ جس کا مبداء تعین اعلیٰ اور اقرب (الی اللہ)ہو گا اس کی ولایت بھی اشرف (اعلیٰ) ہو گی۔(ارشاد الطالبین ص36) (مبادیٔ تعینات: مبداء تعین کی جمع)

نیز جس وقت انسان بشری کدورتوں (گناہوں کے اثرات وغیرہ) سے صاف و شفاف ہو جاتا ہے تو وہ انسان اس صفت (مبداء تعین) کا مظہر ہو جاتا ہے اور اس صفت کی تجلی اس کے وجود میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔(شرح مکتوبات قدسی آیات ص76)

---

[1] مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب نمبر 22

[2] لطیفہ قلب کا مبداء فیض "صفات افعالیہ (اضافیہ)"، لطیفہ روح کا مبداء فیض "صفات ثبوتیہ"، لطیفہ سِر کا مبداء فیض "شئونات ذاتیہ"، لطیفہ خَفی کا مبداء فیض "صفاتِ سلبیہ" اور لطیفہ اَخفی کا مبداء فیض "شانِ جامع" ہے۔ لطیفہ نفس کا مبداء فیض ولایتِ کُبریٰ کے دوائرِ ثلاثہ، عناصر ثلاثہ (ہوا، آگ، پانی) کا مبداء فیض اللہ تعالیٰ کا اسم باطن اور عنصر خاک کا مبداء تعین تجلیات ذاتیہ ہیں اور ذات مقدس کا ادراک انسانی ہیئتِ وَحدانی سے جُڑا ہوا ہے۔(از شرح مکتوبات قدسی آیات) واضح رہے کہ ہیئتِ وحدانی سے مراد لطائف کی وہ خاص صورت ہے جو وہ اصلاح وتزکیہ کے بعد اختیار کر لیتے ہیں۔۔ (حاشیہ جاری ہے)

وِلایتِ صُغریٰ، ولایتِ کُبریٰ اور وِلایتِ عُلیا سے کیا مُراد ہے؟ اور سالک راہِ سُلوک میں کن کن مقامات سے گزرتا ہے؟

سَالِک، راہِ سلوک پر چلنے کے دوران کئی مقامات و مَدارِج سے گزرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خاص تعلق کو حاصل کرنے کے دوران اِن مقامات اور مَدارِج کو سمجھانے کے لئے صوفیائے کرام نے "دائرے" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ کیونکہ بعض اہلِ کشف حضرات کو کشف کی نظر سے وہ تمام مراتب و مقامات ایک دائرے کی شکل میں نظر آتے ہیں اور سالک اپنے آپ کو اس طرح دیکھتا ہے کہ گویا وہ سَیر کر رہا ہے اور لمحہ بہ لمحہ ترقی کر رہا ہے۔ یہ سَیر دائرے کے مَرکز کی طرف ہوتی ہے جیسے ہی مرکز کے قریب پہنچتا ہے تو ایک اور دائرہ کُھل جاتا ہے۔ اِن دائروں کی مثال ایسے ہے جیسے انسان ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر چڑھتا ہے اور درجہ بہ درجہ ترقی ہوتی رہتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ جاری) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مبداء تعین کے بارے میں **حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:** "یہ (صفتِ حیات) تمام صفات (الٰہیہ) کی اُمّ (جڑ) ہے اور سب کی اصل ہے اور سب سے اَسبق (پہلے) ہے۔ اور اس صفت کے قریب ترین صفتِ علم ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ (خاتم الرسل علیہ و علیہم الصلوات و التسلیمات اتمہا و اکملہا) کا مبداء تعین ہے اور دوسری صفات دوسری مخلوقات کے تعینات کی مبادی ہیں۔" (مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر 294)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں: " جناب الٰہی (یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) سے صوفی کو اسی قدر قرب (نزدیکی و تعلق) میسر ہوتا ہے جو اُس کے مبداء تعین کو میسر ہوتا ہے۔ صوفی کا اپنے مبداء تعین تک پہنچنا سیر الی اللہ کہلاتا ہے اور اپنے مبداء تعین سے ترقی کرنا سیر فی اللہ کہلاتا ہے۔ (گویا) ولایت کبریٰ (اور اس سے اوپر کے مقامات) کی سیر کو سیر فی اللہ کہتے ہیں " (ارشاد الطالبین ص 44)

(1) دائرہ اِمکان

عالم اَمر اور عالم خَلق کے لطائف پر ذکر کرنے کے مرحلے سے مراد "دائرہِ اِمکان یا دائرہ ممکنات کو طے کرنا" ہے۔ چنانچہ جب سالک لطائف پر اسم ذات (اللہ اللہ) کا ذکر شروع کرتا ہے اور اُس کے لطائف منوّر ہو کر عالم اَمر میں واقع اپنی اصل کے ساتھ تعلق قائم کر لیتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ اُس نے دائرہِ امکان طے کر لیا۔ اس دائرے میں صرف ایک مراقبہ کیا جاتا ہے جسے مراقبہ اَحَدِیَّت کہتے ہیں [1]۔(ہدایت الطالبین ص14)

---

[1] حضرت مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں: "بندہ اذکار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے اور اس قرب سے وہی معنی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحیح ہے۔ اور بندہ عالم مثال میں خواب اور کشف کے ذریعہ دیکھتا ہے کہ میں فلاں دائرہ تک پہنچا ہوں یا فلاں صفت کے ظل تک پہنچا ہوں، خارج میں دائرہ موجود نہیں اس لئے (کہ) جہاں خدا ہے وہاں دائرے کا وجود کہاں ہو سکتا ہے"۔(فیوضات حسینی ص160)

اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں: "جو چیز بے مثل ہو اور مادی نہ ہو اس کا خواب میں دیکھنا ممکن ہے اور وہ کشف کی نظر سے دکھائی دے سکتی ہے۔ وہ بے مثل نسبت جس کو ولایت کے لفظ سے موسوم کرتے ہیں کبھی کشف کی نظر میں قرب جسمانی کی صورت میں متمثل ہو جاتی ہے اور جس قدر اس قرب میں ترقی حاصل ہوتی جاتی ہے اسی قدر کشف کی نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کی طرف بڑھتا چلا جا رہا ہوں اور اسی صورت مثالی کی بنا پر اس نسبت کو قرب الٰہی اور اسی ترقی کو سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ اور سیر من اللہ اور سیر باللہ کہا جاتا ہے۔" (ارشاد الطالبین ص6)

مشائخ نقشبندیہ ان کو "سیور اربعہ (چار سیریں)" کہتے ہیں۔ دائرہ امکان و دائرہ ظلال کا طے کرنا "سیر الی اللہ"، دائرہ اسماء وصفات و شیونات و تقدیسات و تنزیہات کا طے کرنا "سیر فی اللہ"، دعوت، تعلیم اور تربیت کے لئے نزول الی الخلق کو "سیر عن اللہ باللہ" اور رجوع کے بعد علوم اشیاء کا دوبارہ حاصل ہو جانا اور مخلوق کے ساتھ دعوت کی نیت سے بالکل گھل مِل جانا "سیر فی الاشیاء باللہ" کہلاتا ہے۔(عمدۃ السلوک)

حضرت خواجہ محمد معصومؒ فرماتے ہیں: "دائرہ امکان کے درمیان عرش ہے۔ نصف دائرہ عرش کے اوپر عالم اَمر ہے اور نصف دائرہ عرش کے نیچے عالم خلق ہے۔ عالم اَمر کے لطائف کے فطری مقامات اور اُن کا ظہور عرش کے اوپر (عالم اَمر) ہے۔ دائرہ امکان اِن لطائف کے اُصول کی نہایت (انتہا) پر ختم ہوتا ہے"[1] (مکتوبات معصومیہ دفتر دوم ص116)

(2) دائرہ ظِلال (ولایتِ صُغریٰ)

دائرہ امکان کے بعد اگلا دائرہ (مقام / درجہ) اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے "ظلال" کا ہے۔ اِس "دائرہ ظِلال" میں مخلوق کو فیض پہنچانے کے لئے مختلف مبادی (فیض شروع ہونے کی جگہیں) ہیں جن سے سالک، فیوضات حاصل کرتا ہے۔ اس دائرے (مقام) کو "ولایتِ صُغریٰ" اور "ولایتِ ظِلی" بھی کہتے ہیں۔

اس دائرے میں ہر مخلوق کا مبداء تعین یا مبداء فیض موجود ہے سوائے انبیاء اور ملائکہ کے ۔ تمام اولیائے کرام کی ولایت کے حقائق (مبداء تعین یا مبداء فیض) اسی دائرے میں پائے جاتے ہیں۔ "دائرہ ظِلال" دراصل، دائرہ امکان (پہلے دائرہ) اور دائرہ صفات (تیسرے دائرے) کے درمیان ایک برزخ (درمیانی مقام) ہے۔

---

[1] حضرت خواجہ محمد معصومؒ فرماتے ہیں: "عرش کے اوپر جو کہ لامکانیت کے ساتھ موصوف ہے عالم ارواح کا مقام ہے اور عالم ارواح، مکانی و لامکانی کے درمیان برزخ ہے اور دونوں کا رنگ رکھتا ہے، اس عالم میں قلب و روح و سِر و خفی و اخفیٰ پانچ لطیفے ہیں اور ان پانچوں میں سے ہر ایک لطیفہ ایک عالم ہے جو اس عالم سے جو کہ عرش سے نیچے ہے، کئی گنا زیادہ ہے اور دائرہ امکان ان پانچوں لطیفوں پر منتہی ہوتا ہے"۔ (مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب نمبر 135)

نقشبندی سلوک کے ابتدائی مراقبات (یعنی مُشاربات تامُراقبہ مَعِیَّت) اِسی دائرہِ ظِلال میں شامل ہیں [1]۔ اِسی دائرے (ولایتِ صغریٰ) میں تجلیاتِ افعالیہ اور اللہ تعالیٰ کے اَسماء وصفات کے ظِلال کی تجلیات میں سَیر واقع ہوتی ہے۔ یہ اولیاء کی ولایت کہلاتی ہے۔ یہاں تک نقشبندی سُلوک طے ہو جاتا ہے۔ اس میں عالم اَمر کے پانچوں لطائف قلب، روح، سِر، خَفی اور اَخفیٰ پر فیض وارِد ہوتا ہے۔ (ہدایت الطالبین ص 29)

اہم گزارش

سلسلہ نقشبندیہ میں نئے بیعت ہونے والے سالکین کو ولایتِ صُغریٰ (دائرہِ ظلال) کے بعد والے مقامات واصطلاحات سمجھنے میں بعض اوقات مشکل پیش آتی ہے، اس لئے یہاں تک مطالعہ کرنے کے بعد اُن کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ حصہ دوم (سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے اسباق کی تشریح) والے حصے کا مطالعہ شروع کر دیں اور جب وہ ولایتِ کُبریٰ کے مُراقبات شروع کریں تو اِن بقیہ مضامین کو اُس وقت پڑھ لیں۔ علماء ومشائخ اور صاحبِ استعداد سالکین اس مشورے سے مستثنٰی ہیں۔

---

[1] حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں؛ "جاننا چاہیئے کہ اسم کے ظلال میں وصول اور اُس کے مراتب میں سَیر کو ولایتِ صغریٰ سے تعبیر کرتے ہیں، جو اولیاء کی ولایت ہے۔" (مکتوبات شریف بحوالہ کنزالہدایات)۔ مزید فرماتے ہیں: "جاننا چاہیئے کہ ظلال کا یہ دائرہ مخلوقات کے تعینات کے مبادی کو متضمن (شامل رکھتا) ہے، سوائے انبیائے کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے۔ ہر اسمِ (الٰہی) کا ظِل ہر ایک شخص کا مبداء تعین ہے، یہاں تک کہ حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کا مبداء و تعین، جو انبیائے علیہم الصَّلوٰۃُ وَ السَّلام کے بعد تمام انسانوں میں افضل ہیں، اس دائرہ (ظلال) کے اوپر کا نقطہ ہے۔" (از مکتوباتِ امام ربانی جلد اول مکتوب 260) ولایتِ صغریٰ میں توحیدِ وجودی اور ولایتِ کُبریٰ میں توحید شہودی میں سَیر ہوتی ہے۔ (فیوضات درخواستی ص 114)

(3) دائرہ اسماء و صِفاتِ اِلٰہیہ (ولایتِ کُبریٰ)

اِس کے بعد اسماء و صِفات و شئونات اِلٰہیہ کا دائرہ (مقام / درجہ) ہے جو کہ دوسرے دائرہ یعنی ولایتِ صُغریٰ کی اصل ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال رہے تو حضور ﷺ کی پیروی کی برکت سے سالک "دائرہ ظلال (ولایتِ صُغریٰ)" سے ترقی کر کے "دائرہ اسماء وصفاتِ الٰہی" میں پہنچ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اَسماء، صِفات اور شئونات سے فیض حاصل کرتا ہے ، اِس دائرے (مقام) کو "وِلایَتِ کُبریٰ" اور "ولایتِ اَنبیاء" بھی کہتے ہیں۔ ولایتِ کُبریٰ اور اُس کے بعد کے تمام مقامات اور فیوضات اصل میں انبیاء کرام کے لئے مخصوص ہیں لیکن حضور ﷺ کے بعض خاص متبعین کو کامل اِتّباع سنت کی برکت سے (بہ شرطِ فضلِ الٰہی) اِن فیوضات میں حصہ نصیب ہو جاتا ہے[1]۔

ولایتِ کُبریٰ کے مقام میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات و شئوناتِ الٰہی کا قُرب سالک کو میسر آتا ہے۔ ولایتِ کُبریٰ کے پہلے دائرے میں فیض عالم امر کے پانچوں لطائف اور عالم خلق کے صرف ایک لطیفہ یعنی لطیفہ نفس پر آتا ہے اور اس کے بعد کے دو دائروں اور قوس میں صرف لطیفہ نفس پر فیض وارد ہوتا ہے۔ گویا ولایتِ کُبریٰ کے مراقبات سے عالم خَلق کے لطائف (نفس و قالبیہ) کی اصل اصلاح شروع ہو جاتی ہے۔ مُراقبہ نمبر سَترہ تا بیس (۱۷ تا ۲۰) یعنی دوائرِ ثلاثہ (تین دائروں) اور قوس کے مراقبات کا تعلق ولایت کُبریٰ کے ساتھ ہے۔ ولایتِ کبریٰ انبیائے کرام کے تعینات کی ابتداء (یعنی مبداء تعین یا مبداء فیض) ہے۔

---

[1] حضرت مولانا سید ظفر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں: "مراقبہ معیت کے بعد کے بلند مقامات کے فیوضات ہر سالک کو حاصل نہیں ہوسکتے، البتہ اللہ تعالیٰ بالکل محروم بھی نہیں فرماتے۔"

(4)دائرہ ولایتِ عُلیا یا مَلَاءِ اَعلیٰ

یہاں تک جن کمالات کا ذکر ہو چکا اُن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے اِسم ظاہر کے ساتھ ہے، اِس کے بعد جن کمالات کے فیض کو حاصل کرنے کا مُراقبہ کیا جاتا ہے اُن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے اِسم باطن کے ساتھ ہے۔اِس دائرے کو "ولایتِ ملاءِ اعلیٰ" یا "ولایتِ عُلیا" کہتے ہیں۔"ولایتِ عُلیا" میں عالم خلق کے دیگر تین عَناصِر (آگ،ہوا اور پانی) پر فیض وارد ہوتا ہے جس سے ان کی تہذیب اور اصلاح ہوتی ہے۔

یہ فرشتوں کی ولایت ہے اور اِس کو"ولایتِ عُلیا" کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ملائکہ (فرشتوں) کا مبداء تعین (یعنی مبداء فیض) اللہ تعالیٰ کا اِسم "اَلبَاطِن" ہے اور ملائکہ بھی باطن اور مستتر (نظر سے پوشیدہ) ہیں[1]۔

---

[1]اِسم ظاہر اور باطن کی سَیر میں فرق:"اسم ظاہر کی تجلیات کی سَیر میں اللہ تعالیٰ کی صفات سے فیض حاصل کیا جاتا ہے اور یہ سَیر اللہ تعالیٰ کی ذات کا لحاظ کئے بغیر ہوتی ہے۔جب کہ اِسم باطن کی سَیر میں اللہ تعالیٰ کی صِفات کے ساتھ ساتھ اُس کی ذات کا بھی لحاظ ہوتا ہے۔گویا صفاتی نام اللہ تعالیٰ کی ذات کے سامنے ڈھالوں کی طرح ہیں۔مثلاً اللہ تعالیٰ کی صِفتِ علم کی سَیر میں ذات کا کوئی خیال نہیں ہوتا لیکن اُس کے اِسم علیم میں علم کی صفت کے پَردے میں ذات ملحوظ ہے کیونکہ علیم ایک ذات ہے جس کی صفت علم ہے پس علم کی سیر اسم ظاہر کی سَیر ہے اور علیم کی سَیر اِسم باطن کی سیر ہے۔" (مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب 260)۔مزید تفصیل کے لئے باب دوم میں ملاحظہ کیجئے:مُراقبہ نمبر سَترہ(۱۷) تا بائیس (۲۲)(دوائرِ ثلاثہ و قوس ، اسم ظاہر اور اسم باطن کے مراقبات) حضرت مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں: "بعض اشخاص کو یہ دائرے عالم مثال میں نظر آتے ہیں اور وہ دیکھتے ہیں کہ وہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی سیر کر رہے ہیں یعنی رویا ۔۔۔(حاشیہ جاری ہے)

اَسماءاور صِفات اِلٰہی سے فیض حاصل کرنے کے بعد سالک اللہ تعالیٰ کی ذات وشئونات کے دیگر اعتبارات (حیثیتوں) سے فیض حاصل کرتا ہے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے؛

(5) کمالاتِ انبیاء، کمالاتِ رِسالت اور کمالاتِ اولو لعَزم کے دائرے

اِسم باطن کی تجلیات کا فیض حاصل کرنے کے بعد اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا تو اُن کمالات کی سَیر ہوتی ہے جو اَصل میں تو انبیاء اور رسولوں کے لئے خاص ہیں البتہ انبیائے کرام کی پوری پوری پیروی کرنے والوں کو بھی اُن کی پیروی کی برکت سے اُن کمالات میں سے کچھ حصہ مِل جاتا ہے۔

سب سے پہلے دائرہ کمالاتِ نبوت ہے ،دوسرا دائرہ کمالاتِ رسالت ہے اور تیسرا دائرہ کمالاتِ اولوالعزم ہے۔ اصل میں دائرہ کمالاتِ نبوت کے مرکز میں دائرہِ کمالاتِ رسالت ہے اور دائرہ کمالاتِ رسالت کے مرکز میں دائرہ کمالاتِ اولوالعزم شروع ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا تینوں مراقبات میں انسان کے عنصرِ "**خاک**" کی اِصلاح ہوتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ جاری) (خواب) میں اور رویا بھی کشف کے قبیل سے ہے۔ ایسے شخص کو صاحب کشف عیانی کہتے ہیں۔ اور بعض اشخاص حالات کے تبدل اور واردات کے تغیر کو اپنے ادراک سے دریافت کرتے ہیں اور عالم مثال میں نہیں دیکھتے، ایسے شخص کو صاحب کشف وجدانی کہتے ہیں"۔ (حضرت مولانا حسین علیؒ اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ) "بندہ ہر مقام میں اپنے مرشد کے سبق دینے سے پہلے ہی مامور اور ملہم ہو جاتا تھا، فوقانی (اگلے) سبق کے لئے اور اپنے وجدان سے حالات کا ادراک کرلیتا تھا۔ پس مراقبہ میں مامور ہو جانا اور اطلاع پالینا کہ یہ فلاں مقام ہے یہ چیز دوائر (دائروں) کے دیکھنے سے کم نہیں۔ اور کلمات طیبات ص 136 میں مذکور ہے کہ عالم مثال میں قرب الٰہی بصورت قرب مکانی متمثل ہوتا ہے۔ پس دائروں کا دیکھنا یا الہام ہونا یا مراقبہ میں دیکھنا کہ یہ فلاں مقام ہے یہ سب یکساں ہے" ۔(فیوضات حسینی ص 155)

(6) حقائق سَبعَہ کے دائرے

دائرہ کمالاتِ اولولعَزم کے بعد حَقائق کے مراقبات ہیں۔ حقیقت سے مُراد "کسی شئے کا مبداء تعین (مبداء فیض) ہے یعنی جہاں سے وہ چیز فیض و تربیت پاتی ہے"۔

حقائق کے مراقبات دو قسم کے ہیں، ایک قسم کو حقائقِ اِلٰہیہ کہتے ہیں اور یہ تین دائرُوں پر مشتمل ہے؛

(1) حقیقتِ کعبہ ربانی (2) حقیقتِ قرآن مجید (3) حقیقتِ صلوٰۃ

دوسری قسم کو حقائقِ انبیاء کہتے ہیں اور یہ چار دائرُوں پر مشتمل ہے:

(1) حقیقتِ ابراہیمیؑ (2) حقیقتِ موسویؑ (3) حقیقتِ محمدی ﷺ

(4) حقیقتِ احمدی ﷺ

اِن دونوں قسموں کو مِلا کر ساتوں حقائق کو حقائقِ سَبعہ کہتے ہیں۔ مشائخ کو یہ اختیار ہے کہ "حقائقِ اِلٰہیہ" یا "حقائقِ انبیاء" میں کسی ایک کے مراقبات طے کرائے یا دونوں طے کرادے۔

اس کے بعد ذاتِ بحت (یعنی اسماء وصفات کا لحاظ کئے بغیر خالص اللہ تعالیٰ کی ذات مبارک) سے فیض حاصل کرنے والے مراقبات (مثلاً مراقبہ معبودیت صرفہ، مراقبہ حُبِّ صرف اور مراقبہ لاتعیُّن) ہیں۔ اِن میں ذاتِ بحَت کی سیر ہے لیکن یہ سَیر قَدَمی نہیں بلکہ سَیر نظری ہے یعنی صرف روحانیت کی آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہے۔[1]

نوٹ: مندرجہ بالا تمام اسباق کا خلاصہ اگلے صفحے پر دیا گیا ہے۔

---

[1] مزید تفصیل کے لئے باب دوم میں ملاحظہ کیجئے: سبق نمبر (۲۳) تا آخر
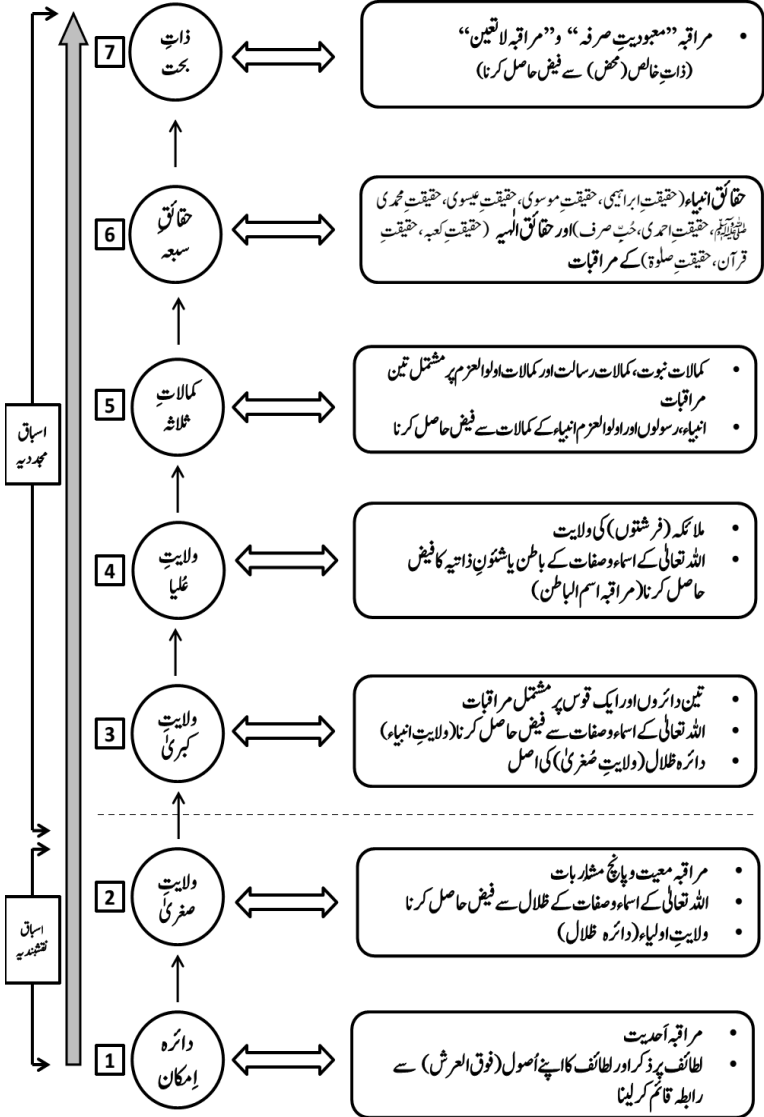
سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے تمام اسباق (مقامات و مدارج) کا خلاصہ

مبداء تعین کے بارے میں چند اہم نکات

(1) اولیاء اللہ اور انبیاء کرام کے مبداء تعین میں کیا فرق ہے؟

جیسا کہ اوپر وضاحت کی گئی کہ مبداء تعین یا مبداء فیض سے مُراد وہ مرتبہ (اسم یا صفت) ہے جہاں سے عوام الناس، اولیاء، فرشتے یا انبیاء فیض حاصل کرتے ہیں۔ عوام الناس اور اولیاء اللہ کے "مبادی تعینات" اللہ تعالیٰ کے اسماء و صِفات کے ظلال کے دائرے (یعنی ولایتِ صُغریٰ) میں ہوتے ہیں اور اس میں بھی اولیاء کا مبداء تعین عام لوگوں کے مبداء تعین سے بلند اور ذات باری تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے۔
(مبادی تعینات: مبداء تعین کی جمع ہے)

انبیاء کرام کے مبادی تعینات ولایتِ کُبریٰ کے دائرے میں ہوتے ہیں جو کہ اولیائے کرام کے مبادیٔ تعینات سے بلند تر ہوتے ہیں۔ انبیائے کرام میں بھی اولوالعزم انبیائے کرام (حضرت محمد ﷺ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت ابراہیمؑ) کے مبادی تعینات دیگر انبیاء کے تعینات سے بلند تر ہوتے ہیں اور پھر سب سے بلند مرتبہ اور مبداء تعین سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ کا ہے۔
(عمدۃ السلوک)

(2) وصول اور حصول میں کیا فرق ہے؟

عالمِ اِمکان کی سیر کے بعد سالک کی سیر دائرۂ ظِلال (دوسرے دائرے) میں ہوتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے اسم کا کوئی ظِل اُس کا مبداء تعین ہوتا ہے۔ اپنے مبداء

تعین تک پہنچنا اور اُس سے فیض حاصل کرنا ہی سالک کا اصل مقام ولایت ہوتا ہے۔اس کے بعد اُس میں بلند مقامات سے فیض حاصل کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔چنانچہ اگر اللہ کا فضل شاملِ حال رہا تو وہ روحانی ترقی (سیر) کے لئے آگے بڑھتا ہے۔البتہ اُس کا اصل مقام ولایت وہی رہتا ہے جو ولایتِ صغریٰ میں اس کا مبداء تعین تھا۔یہی فرق ہے "وصول" اور "حصول" میں۔حصول وہ مقام ہے جو اُس کو حاصل ہو گیا ہے اور وصول یہ ہے کہ صرف کسی مقام کی سَیر ہوئی وہ اُس کا اپنا مقام نہیں (اِسے سَیر قدمی کہتے ہیں)۔آگے ایک مقام پر سَیر قدمی ختم ہو جاتی ہے ،پھر سیر نظری ہے۔اور پھر آگے ایک مقام پر سیر نظری بھی رُک جاتی ہے اور پھر سیر محض وہمی ہے جس کو ضبط نہیں کیا جا سکتا،اس مقام کو لاتعین کہتے ہیں اس کے بعد نزول کرایا جاتا ہے۔(عمدۃ السلوک)

دیگر اہم نکات

(1) صوفیائے کرام کی اصطلاحات کی شرعی حیثیت

یہ بات مدِّ نظر ہونی چاہیئے کہ تصوف و سلوک کے جن مدارج،مقامات اور تفصیلات کا اوپر ذکر کیا گیا ہے،اکابر صوفیائے کرام کے کشف اور اِلہام سے ثابت ہیں۔ اُن کے بعد دیگر مشائخ کرام اور سالکین کے تجربات اور مشاہدات نے اِن کے درست ہونے کی مزید تصدیق کر دی اور کشف اور اِلہام کے بارے میں یہ اُصول یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر صوفیائے کرام کی تعبیرات، اصطلاحات اور مکاشفات کا قرآن و حدیث

اور عقل کے ساتھ ٹکراؤ نہ ہو تو اُس کو درست تسلیم کیا جائے گا، چاہے اُس کا ذکر وَحی میں نہ ہو کیونکہ اِس کو تسلیم کرنے میں کسی قسم کا شرعی عُذر اور نقصان نہیں ہے۔ اور اگر صوفیائے کرام سے منقول تعبیرات، اصطلاحات اور مکاشفات کا قرآن و حدیث اور عقل کے ساتھ ٹکراؤ اور تعارض موجود ہو تو حُسنِ ظن کی بنیاد پر اِس میں مناسب تاویل کی جائیگی اور اگر تاویل ممکن نہ ہو تو اِن کو موضوعی (جھوٹ) سمجھا جایئگا [1]۔ البتہ تاویل یا تردید صرف اُسی عالم کی معتبر ہو گی جو طریقت و شریعت دونوں پر مکمل عبور رکھتا ہو۔

(2) راہِ سلوک میں تمام مدارج اور دائروں سے گزرنے کا علم ہو جانا ضروری نہیں

یہ ضروری نہیں کہ ہر سالِک کو دورانِ سلوک مندرجہ تمام بالا مدارج، مقامات اور دائروں کا علم ہو جائے کیونکہ مختلف مدارج اور دائروں کا تعلق کشف کے ساتھ ہے اور یہ ضروری نہیں کہ ہر سالک کو کشف ہو۔ خصوصاً آج کل تو حرام مال، گناہوں کی کثرت اور عوام کے ساتھ غیر ضروری میل جول کی وجہ سے ان مدارج اور دائروں کا انکشاف بہت کم حضرات کو ہوتا ہے۔

یوں بھی ہوتا ہے کہ بعض حضرات تمام اعلیٰ مقامات کو طے کر چکے ہوتے ہیں اور اصل مقصد یعنی رضائے اِلٰہی حاصل کر چکے ہوتے ہیں لیکن دورانِ سلوک اِن مقامات کے طے کرنے کا انہیں علم ہی نہیں ہوا ہوتا۔ اِس لئے ان مقامات سے گزرنے اور طے کرنے کا انکشاف و علم ہو جانا ضروری نہیں بلکہ تشویش میں مبتلا ہوئے بغیر اپنے

[1] اقتباس (مفہوماً) از رسالہ مجددیہ (مؤلف شیخ المشائخ حضرت مفتی محمد فرید مجددی زروبویؒ)

اذکار و مراقبات کو اپنے شیخ کی رہنمائی میں باقاعدگی سے کرتا رہے، ہر قسم کے ظاہری اور باطنی گناہ سے بچنے کی کوشش کرے اور کمی و کوتاہی پر توبہ و استغفار کرتا رہے، ایک نہ ایک دن رضائے الٰہی کی عظیم الشان نعمت حاصل ہو جائے گی (ان شاء اللہ)۔ [1]

(3) سلوک کے اعلیٰ ترین مقامات تک پہنچنا ہر سالک کے لئے ضروری نہیں، البتہ رضائے الٰہی حاصل کرنے کی طلب رکھنا اور کوشش کرنا ضروری ہیں

---

[1] **حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:** "احوال و مواجید (وجد و حال) علوم و معارف جو کہ صوفیائے کرام کو راہِ سلوک طے کرنے کے دوران حاصل ہوتے ہیں (اصلی) مقاصد میں سے نہیں بلکہ وہم و خیالات ہیں جن سے طریقت کے طلباء کی تربیت کی جاتی ہے، ان سب سے گزر کر مقام رضا تک پہنچنا چاہیئے جو کہ جذب و سلوک کے مقامات میں آخری مقام ہے کیونکہ طریقت و حقیقت کی منزلوں کے طے کرنے سے اس کے سوا اور کچھ مقصود نہیں ہے کہ اخلاص حاصل کیا جائے جو کہ حق تعالیٰ کی رضا (خوشنودی) حاصل ہونے کے لئے لازمی ہے۔ تینوں قسم کی تجلیات (یعنی تجلیات افعالیہ، صفاتیہ، اور ذاتیہ) اور عارفانہ مشاہدات سے گزار کر ہزاروں سالکوں میں سے کسی ایک کو اخلاص اور مقام رضا کی دولت نصیب فرماتے ہیں، کم سمجھ لوگ احوال و مواجید (حال و وجد) کو اصلی مقاصد میں سے شمار کرتے ہیں اور مشاہدات و تجلیات کو اصل مطلب خیال کرتے ہیں اس لئے وہ وہم و خیال کی بندش میں پھنسے رہتے ہیں اور شریعت کے کمالات سے محروم رہتے ہیں۔" (مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب نمبر 36)

حضرت خواجہ محمد معصومؒ فرماتے ہیں: " (مقام رضا) سلوک کے مقامات کا منتہا (آخری مقام) ہے کہ جس کا حاصل کرنا کسب و ریاضت سے وابستہ ہے (البتہ) یہ مطلق مقاماتِ عروج کا منتہا (آخری) مقام نہیں" (از مکتوبات معصومیہ دفتر اول صفحہ 192)

یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہیئے کہ راہِ سلوک پر چلنے والا ہر شخص مندرجہ بالا مقامات تک نہیں پہنچتا بلکہ جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے وہ سالِک کو اپنے قُرب کے اُس مقام تک پہنچا دیتا ہے جو اُس کی محنت، کوشش اور اِستعداد کے موافق ہوتی ہے، البتہ "اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی طلب رکھنا اور کوشش کرنا ہر شخص پر لازم ہے۔"

یہ بھی جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے مقاماتِ قُرب کا ہر دائرہ (مقام) لامتناہی ہے اور اگر کوئی شخص وِلایتِ صُغریٰ، وِلایتِ کُبریٰ یا کسی اور دائرے کے درجوں میں تفصیل کے ساتھ سَیر کرے تو یہ سَیر کبھی بھی ختم نہیں ہوگی اور ہمیشہ جاری رہے گی۔ اِس لئے کسی بھی دائرے کے طے ہونے سے مُراد یہ ہے کہ سالک کا جو حصہ اس وقت اِس دائرے میں اُس کے لئے مُقدّر تھا، پورا ہونے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے ورنہ قُربِ اِلٰہی کے مقامات کے لامتناہی دائروں کو مکمل طے کرنا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔ (ارشاد الطالبین ص44)

(4) مقاماتِ قُربِ الٰہی کی تفصیلات اور سلسلہ مجددیہ

اس بات کو سمجھنا بھی ضروری ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مندرجہ بالا ذکر کردہ مکاشفات، اصطلاحات، مقامات اور مدارج کا انکشاف حضرت مجدد الف ثانیؒ کو ہوا، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ قُرب الٰہی کے ان مدارِج اور مقامات تک پہلے کوئی وَلی پہنچا ہی نہیں بلکہ بات صرف اتنی سی ہے کہ پہلے اولیائے کرام کو اجمالی سیر کرا کر اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل ہو جاتی البتہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کو مقاماتِ قُرب الٰہی کی تفصیلی سیر کرائی گئی اور تمام حقائق اور معارف و علوم عطا کئے گئے۔ (سلوک مجددیہ ص7)

انسان کے قَلب اور نَفس کی اِصلاح اور سِلسِلہ نقشبندیہ کے مختلف اذکار و مراقبات کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہو جانے کے بعد پہلے دن سے قلب کی صفائی اور نفس کی اِصلاح کا عمل شروع ہو جاتا ہے البتہ اِس میں کمال اور اعلیٰ درجہ حاصل کرنے میں وقت لگتا ہے۔

اِصلاحِ قلب (فنائیتِ قلبی)

وِلایتِ صُغریٰ میں (یعنی ابتدائی اسباق سے لے کر مُراقَبہ معیت تک) جب اذکار و مراقبات اور صُحبتِ شیخ کے ذریعے لطائف کی صفائی ہو جاتی ہے اور تمام لطائف عالم اَمر میں اپنی اَصل کے ساتھ رابطہ قائم کر کے تجلیاتِ افعالیہ اور صِفاتِ ثبوتیہ کے ظِلال (ولایتِ صُغریٰ) سے فیوضات حاصل کر لیتے ہیں تو سالک کے قلب کی ضروری حد تک اصلاح ہو جاتی ہے اور اُس کے دِل میں اللہ تعالیٰ کی محبت، عظمت اور دیگر صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اِس کے بعد اگر اپنے شیخ کے ساتھ مضبوط تعلق قائم رہے اور اذکار، مراقبات اور مجاہدات مسلسل کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ کے قُرب اور تعلق میں مزید ترقی کا عمل جاری رہتا ہے۔ البتہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ "فنایئت قلبی" کا اعلیٰ ترین درجہ حاصل کرنے کے لئے فضل خداوندی، مسلسل مجاہدات اور عرصہ دراز تک صحبت شیخ کی ضرورت ہوتی ہے، بعض سالکین صرف "لطائف کے جاری ہو جانے" یا "انوارات کے ادراک" کو فنائیتِ قلبی سے تعبیر کرتے ہیں، جو کہ غلط ہے۔

اِصلاحِ نَفس

عالم اَمر کے پانچوں لطائف کی اِصلاح ہو جانے کی وجہ سے اُن کے پڑوس (یعنی انسانی جسم) میں موجود عالم خلق کے لطائف (نَفس اور قالبیہ) کی بھی کافی حد تک اصلاح ہو جاتی ہے ، تاہم چونکہ وِلایتِ صغریٰ میں سالِک ، صِفاتِ باری تعالیٰ کی تجلیات کے ظِل سے فیوضات حاصل کرتا ہے اس لئے اس مرتبے میں عموماً اُس کا نفس، نفس مطمئنہ کے اعلیٰ درجے تک نہیں پہنچا ہوتا۔

دوسرے دائرے یعنی ولایتِ کُبریٰ کی تجلیات کی بدولت نفس کی اصلاح آسان ہو جاتی ہے۔ تیسرے دائرے یعنی ولایتِ عُلیا میں ہوا، آگ، پانی کی تہذیب و اصلاح ہوتی ہے اور چوتھے دائرے یعنی کمالات نبوت میں انسان کے لطیفہ خاک کی اصلاح ہوتی ہے۔ اس کے بعد کے تمام مراقبات میں فیض عالم امر اور عالم خلق کے تمام لطائف پر آتا ہے۔ اِن تجلیات کی بدولت عناصِرِ اَربَعہ (ہوا، آگ، پانی اور مٹّی) کی بھی اصلاح ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے نفس میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت کی قوت کمزور ہو جاتی ہے کیونکہ نفس، اِنہی چار اجزاء کا شیرازہ اور لُبِّ لباب ہے اور اِن چاروں ہی کی حرارت سے نفس حرکت پاتا ہے، جب اِن چاروں عناصر میں اعتدال پیدا ہو جائے تو نفس کی بھی مکمل اصلاح کرنی آسان ہو جاتی ہے۔ البتہ فنائے نفس کا اعلیٰ درجہ حاصل کرنے کے لئے بہت زیادہ مجاہدات کی ضرورت ہوتی ہے۔

خلاصہ: ولایتِ صُغریٰ فنائے قلبی حاصل کرنے میں معاون ہوتی ہے۔ ولایتِ کُبریٰ میں فنائے نفس کا حصول آسان ہو جاتا ہے، ولایتِ عُلیا میں عناصِرِ ثلاثہ (آب، باد، نار) کو فنا حاصل ہوتی ہے، جب کہ جزوِ خاکی کا کمال، تجلیاتِ ذاتیہ کے ساتھ وابستہ ہے۔

عالم امر اور عالم خلق کے تمام لطائف کی اصلاح کی ترتیب کا خلاصہ اور لطائف، دوائرِ (مقاماتِ) سلوک اور تجلیاتِ الٰہی کا باہمی تعلق (خلاصہ از مکتوبات شریف)

نمبر شمار	لطیفہ کا نام	کس مقام (دائرے) میں اصلاح ہوتی ہے؟	کس تجلیٔ کے ذریعے اصلاح (فناو بقا) حاصل ہوتی ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کی کون سی تجلیٔ (صفت / اسم) کس لطیفہ کا مبداء فیض (مبداء تعین) ہے؟
1	قلب	ولایتِ صُغریٰ	تجلیٔ افعالیہ
2	روح	ولایتِ صُغریٰ	ظلال تجلیٔ صفاتِ ثبوتیہ
3	سِر	ولایتِ صُغریٰ	ظلال تجلیٔ شئونِ ذاتیہ
4	خَفی	ولایتِ صُغریٰ	ظلال تجلیٔ صفاتِ سلبیہ
5	اَخفیٰ	ولایتِ صُغریٰ	ظلال تجلیٔ شانِ جامع وشان العلم
6	نفس	ولایتِ کُبریٰ	اصل تجلیٔ اسماء وصفاتِ الٰہیہ (اسم الظاہر)
7	ہوا	ولایتِ عُلیا	تجلیٔ شئونِ ذاتیہ (اسم الباطن)
8	آگ	ولایتِ عُلیا	تجلیٔ شئونِ ذاتیہ (اسم الباطن)
9	پانی	ولایتِ عُلیا	تجلیٔ شئونِ ذاتیہ (اسم الباطن)
10	خاک	کمالاتِ نبوت	تجلیٔ ذاتِ باری تعالیٰ (تجلیٔ ذاتی)
11	ہیئتِ وَحدانی (تمام لطائف کا مجموعہ)	کمالاتِ اولوالعزم، حقائق الٰہیہ و حقائقِ انبیاء، مراقبہ معبودیتِ صرفہ و مراقبہ لاتعین	تجلیٔ ذاتِ باری تعالیٰ (تجلیٔ ذاتی)

اہم نکتہ: سالک کو اپنی حالت کے اچھے یا بُرے ہونے کا فیصلہ خود نہیں کرنا چاہیئے

سالک کو اپنی اصلاح کے بارے میں خود فیصلہ نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اپنے تمام حالات شیخ کو بتانے چاہیئں۔ عقائد، عبادات، معاملات (لین دین، ملازمت، تجارت وغیرہ)، معاشرت (والدین، بیوی بچوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں وغیرہ کے ساتھ تعلقات) اور اخلاقیات (حسد، بغض، کینہ، ریا، لالچ وغیرہ کی اصلاح) کے بارے میں مسلسل اپنے شیخ سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیئے۔ بعض اوقات مُرید نفس و شیطان کے ہاتھوں گمراہی کے اندھیروں میں پڑا ہوا ہوتا ہے اور وہ لاعلمی یا فراست کی کمی کی وجہ سے اپنے آپ کو بہت بڑا وَلی سمجھ رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض اوقات مُرید اپنی حالت کو بہت برا تصور کر رہا ہوتا ہے حالانکہ اُس کی حالت بہت اچھی ہوتی ہے۔ شیخِ کامل ہی اپنی دینی فِراست ، تجربے اور آثار سے پہچان لیتا ہے کہ سالک کی حالت اچھی ہے یا بری اور ہر مَرحلے پر اس کی رہنمائی فرماتا ہے۔ اگر تمام مراقبات اور اذکار کرنے کے بعد بھی مُرشد محسوس کرے کہ سالک کے نفس کی ضروری اصلاح نہیں ہوئی تو بطورِ علاج سالک کو مزید مجاہدات کی ہدایت کر سکتا ہے۔

لطائف کی رُوحانی ترقی کہاں تک ہوتی ہے؟

جب سالک عالم اَمر کے لطائف پر توجہ اور دھیان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اُن کی صفائی ہوتی ہے اور اُن کا اپنی اصل (جو کہ عرش سے اوپر ہے) کے ساتھ رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔ عالم اَمر کے لطائف کے اِن اُصول (اَصل کی جمع) کے بھی اُصول ہیں جو کہ اسماء وصفاتِ الٰہی کے ظلال (عکوس) کے دائرے میں واقع ہیں، اس لئے جب مزید ترقی ہوتی ہے تو لطائف کا عروج اسماء وصفاتِ الٰہی کے ظِلال (عکوس) کے اس دائرے تک ہوتا ہے۔

اسماء وصفاتِ الٰہی کے ظِلال (عکوس) کے اسی دائرے کو ولایتِ صُغریٰ کہتے ہیں۔

اس کے بعد اگلا دائرہ، اسماء وصفاتِ الٰہی کے اُصول کا دائرہ یعنی ولایتِ کُبریٰ ہے۔عالم امر کے لطائف کے عروج کی انتہاءِ اِسی (ولایتِ کُبریٰ) کے پہلے دائرہ تک ہے اور اس سے اوپر عالم امر کا گزر نہیں ہے، اس سے اوپر والے مقامات (ولایت علیاو کمالات نبوت) سے نفس اور عالم خلق کے دیگر عناصر کو فیض ملتاہے اور نفس مطمئنہ کے بعد عالم خلق کے عناصر (ہوا، آگ، پانی، مٹی) کی اصلاح ہوتی ہے عنصرِ خاک تمام عناصر سے اوپر جاتا ہے (تلخیص از مکتوبات معصومیہ دفتر سوم ص128، 84) کمالات نبوت کے بعد کے مراقبات کا فیض کسی ایک لطیفے کے بجائے تمام لطائف کے مجموعے (ہیئتِ وحدانی) پر آتا ہے۔[1]

---

[1] ”اس جگہ عروج کا اطلاق حضرات صوفیائے کرام کے عُرف کے اعتبار سے ہے اور عُروج سے مراد بغیر کسی کیفیت کے اس مقدس مرتبے (مقام) تک پہنچنا ہوتا ہے، ورنہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات نہ عالم کے اوپر ہے نہ نیچے، نہ دائیں اور نہ بائیں۔ وہ تو تمام شش جہات سے مبرا ہیں، ہاں مگر سالک کا عروج عرش تک۔۔۔ جس کو سیر اِلی اللہ کا نام دیتے ہیں۔۔۔وہ عروج مکانی ہے اور اپنے حقیقی معنی میں ہے کہ نیچے سے بلند مقام تک جاتاہے اور عالم امر، جو کہ عرش کے اوپر ہے، وہاں بھی فوقیت اور تحتیت کا وجود ہے، اس لئے قلب نوری، جو کہ لطیفہ قلب کی اصل ہے، عرش سے اوپر ہے۔اور روح قلب سے اوپر اور سِر روح سے اوپر اور خفی سر کے اوپر اور اَخفیٰ، جو کہ عالم امر میں سب سے اوپر ہے، وہ خفی کے اوپر ہوتا ہے۔ رہا عالم وجوب میں عروج، تو وہ اپنے معنٰی مجازی میں ہے، عروج حقیقی نہیں، اس لئے کہ عالمِ وجوب میں پہنچنے کے بعد معشوق کی سیر عاشق میں ہے، نہ کہ عاشق کی سیر معشوق میں۔ اسی بنا اگر سالک صفاتِ عالیہ کا مظہر بن جائے تو اس وقت وہ یوں کہتاہے کہ میرا عروج صفات اضافیہ تک ہے اور اگر عارف صفاتِ ثبوتیہ سے متصف ہو جائے تو وہ کہتاہے کہ میرا عروج صفات ثبوتیہ تک ہے، یعنی میں صفات ثبوتیہ کی تجلی کا مظہر ہوں۔ خلاصہ یہ کہ عروجِ حقیقی کا عالم وجوب میں کوئی امکان نہیں ہے۔“ (شرح مکتوبات قدسی آیات ص60،89،90)

محمدی المشرب اور غیر محمدی المشرب اولیاء میں کیا فرق ہے؟

محمدی المشرب اولیاء، دائرہ امکان، ولایتِ صغریٰ، ولایتِ کبریٰ، ولایتِ عُلیا، کمالات ثلاثہ اور حقائق سبعہ طے کر کے اللہ تعالیٰ کے قُرب کے اعلیٰ ترین مقامات کو حاصل کرنے والے اور اعلیٰ ترین تجلی یعنی "تجلیٔ ذات" سے مستفید ہونے والے خوش نصیب ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر وَلی اللہ محمدی المشرب ہو۔ غیر محمدی المشرب علماء کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: "غیر محمدی المشرب (اولیاء) میں کسی ایک کا کمال درجاتِ ولایت میں سے درجہ اولیٰ تک ہی محدود ہوتا ہے اور درجہ اولیٰ سے مراد مرتبہِ قلب ہے اور کسی دوسرے کا کمال درجاتِ ولایت میں سے درجہِ ثانی (یعنی مقام روح) تک محدود ہے اور تیسرے شخص کے کمال کا عروج تیسرے درجے تک ہوتا ہے جو مقام سِرّ ہے اور چوتھے شخص کے کمال کا عروج چوتھے درجے تک ہے جس کا مقام خفی ہے۔ (محمدی المشرب اولیاء کا کمال پانچویں درجہ تک ہوتا ہے جس کا مقام لطیفہ اَخفیٰ ہے)۔

درجہ اولیٰ کی مناسبت صفات افعال کی تجلی کے ساتھ ہے اور درجہ ثانیہ کو صفات ثبوتیہ کی تجلی کے ساتھ اور درجہِ ثالث کو شئون و اعتبارات ذاتیہ سے مناسبت ہے اور درجہ چہارم کو صفات سلبیہ کے ساتھ جس کا مقام تقدس و تنزیہ ہے، مناسبت ہے۔ درجاتِ ولایت میں ہر درجہ اولوالعزم انبیاء میں سے کسی ایک نبی کے زیر قدم ہے۔ ولایت کا درجہ اولیٰ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے اور ان کا رب (تربیت کرنے والی صفت) صفت تکوین ہے جو کہ افعال کے صادر ہونے کا

منشاء ہے اور دوسرا درجہ حضرت ابراہیمؑ کے زیر قدم ہے اور حضرت نوح علیٰ نبینا و علیہم الصلوات والتسلیمات بھی اس مقام میں شریک ہیں اور اُن کا رب صفت العلم ہے جو صفاتِ (ثبوتیہ) ذاتیہ میں اجمع (سب سے زیادہ جامع) ہے اور تیسرا درجہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے اور اُن کا رب مقامات شئونات سے شان الکلام ہے اور چوتھا درجہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے اور اُن کا رب صفاتِ سلبیہ سے ہے نہ کہ صفاتِ ثبوتیہ سے کہ جس کا مقام صفات تقدیس و تنزیہ ہے اور اکثر ملائکہ کرام بھی اس مقام میں حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ مشارکت (شرکت) رکھتے ہیں اور ان (ملائکہ) کو اس مقام میں شانِ عظیم حاصل ہے اور پانچواں درجہ حضرت خاتم الرسل علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات کے زیر قدم ہے اور ان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رب، رب الارباب ہے جو تمام صفات و شئونات اور تقدیسات و تنزیہات کا جامع ہے [1]

---

[1] حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: "جاننا چاہیئے کہ اقدامِ ولایت کی ایک دوسرے پر فضیلت درجات کے مقدم و مؤخر ہونے کے اعتبار سے نہیں ہے کہ صاحبِ اَخفیٰ دوسروں سے افضل ہو جائے علیٰ ہٰذا القیاس بلکہ اصل سے قریب و بعید ہونے اور ظلال کے درجات کی منزلوں کو زیادہ یا کم طے کرنے کے اعتبار سے ہے۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ صاحبِ قلب قرب کے اعتبار سے اصل کے ساتھ صاحبِ اَخفیٰ سے، کہ اس نے یہ قُرب حاصل نہیں کیا، افضل ہو، اور کیونکر نہ ہو جبکہ نبی کی وہ ولایت جو ولایت کے درجہ اولیٰ میں ہے اس ولی کی ولایت سے قطعی طور پر افضل ہے جو ولایت کے آخری درجہ میں ہے۔" (مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب نمبر 260)

اسی سلسلے میں حضرت مولانا نصر اللہ ہوتکیؒ فرماتے ہیں: "اگرچہ سارے اولوالعزم انبیاء میں سے ہر ایک کی مستقل ولایت ہے اور ان میں سے ہر ایک، ایک متعین (خاص) لطیفہ کے۔۔ (حاشیہ جاری ہے)

اور ان کمالات کے دائرے کا مرکز ہے اور صفات و شئونات کے مرتبہ میں اس ربِّ جامع کی تعبیر "شان العلم" کے ساتھ مناسب ہے کہ یہ شانِ عظیم الشان تمام کمالات کی جامع ہے۔(مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب نمبر260)

واضح رہے کہ مندرجہ بالا عبارت میں رَب سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ خاص صفت ہے جو کسی نبی یا وَلی کی تربیت کرتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ) ذریعے اپنے کمال تک پہنچتے ہیں۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام لطیفہ قلب کے ذریعے، حضرت نوح و ابراہیم علیہم السلام لطیفہ روح کے ذریعے، حضرت موسیٰ علیہ السلام لطیفہ سِر کے ذریعے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام لطیفہ خَفی کے ذریعے اور آخر میں سرور دو عالم ﷺ لطیفہ اَخفیٰ کے ذریعے اپنے کمال تک پہنچے ہیں۔" (شرح مکتوبات قدسی آیات ص 157)

محمدی المشرب اور غیر محمدی المشرب اولیاء کے درمیان فرق کو اس طرح بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ دراصل انسان کو دو قسم کا فیض اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچتا ہے، ایک کا تعلق دنیاوی اُمور سے ہوتا ہے مثلاً پیدا کرنا، موت دینا، رزق دینا وغیرہ۔ دوسری قسم کے فیض کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے مثلاً ایمان، معرفت اور مراتب ولایت میں ترقی عطا کرنا وغیرہ۔ پہلی قسم کا فیض سب طالبین کو صفات کے ذریعے عطا ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے ناموں کے ذریعے ان کا حصول ہوتا ہے۔ دوسری قسم کا فیض محمدی مشرب کے حضرات کو شئوناتِ اِلٰہی کے ذریعے عطا ہوتا ہے جبکہ باقی اولیاء کو صفاتِ الٰہی کے ذریعے عطا ہوتا ہے۔(از حقیقت جذب و سلوک، حضرت مولانا سید شبیر احمد کاکاخیل صاحب)

آدمی اُلمشرب اولیاء کا عُروج صفاتِ افعالیہ تک ہوتا ہے، نوحی المشرب اور ابراہیمی المشرب اولیاء کا عروج صفاتِ ذاتیہ (ثبوتیہ) تک ہوتا ہے، موسوی المشرب اولیاء کا عروج شئونات ذاتیہ تک ہوتا ہے، عیسوی المشرب اولیاء کا عروج تنزیہات (صفات سلبیہ) تک ہوتا ہے جسے اعتبارات ذاتیہ بھی کہا جاتا ہے جو شئونات سے بلند تر ہے اور محمدی المشرب اولیاء کا عروج شانِ جامع اور اتصال بلا کیف ہے۔(تلخیص از مکتوبات شریف)

حصہ دوم

سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے اسباق کی تشریح

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں کُل چھتیس(۳۶) اسباق ہیں، جس میں سولہ (۱۶) اسباق (اذکار و مراقبات) حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ کے زمانے سے رائج تھے اور بقیہ بیس (۲۰) اسباق (مراقبات) حضرت مجدد الف ثانی ؒ کی تعلیمات کی روشنی میں اُن کے خلفاء نے ترتیب دیئے ہیں۔ اس لئے ابتدائی سولہ (۱۶) اسباق کو نقشبندی اور آخری بیس(۲۰) اَسباق کو مُجدّدی اسباق کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ درود شریف، استغفار اور تلاوت کلام پاک مستقل وظائف ہیں جو سلسلہ کے اسباق (اذکار و مراقبات) کے علاوہ کرنے ہوتے ہیں۔

- سلسلہ نقشبندیہ کے اسباق کے تین حصے ہیں؛

❖ **پہلا حصہ:** انسانی جسم میں پائے جانے والے بعض خاص مقامات پر توجہ اور خیال سے ذکر کرنا ہے۔ اِن خاص مقامات کو لطائف کہتے ہیں۔

❖ **دوسرا حصہ:** نفی اثبات (لا الٰہ الا اللہ) کا زبانی اور خیالی (تصوراتی) ذکر ہے اور

❖ **تیسرا حصہ:** مراقبات۔

یاد رکھیں! اِن اذکار و مراقبات کی تفصیلات درج کرنے کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ ہر شخص اِن کو مُرشد اور شیخ کی نگرانی کے بغیر کرنے لگ جائے بلکہ اِن تمام معمولات کو اپنے پیر و مرشد کے احکامات اور ہدایات کے مطابق ادا کرنا ضروری ہے اور وقتاً فوقتاً اپنے حالات شیخ کی خدمت میں پیش کرتا رہے۔ بغیر کسی کی رہنمائی، خود سے یہ اذکار و مراقبات کرنے میں بعض اوقات نقصان کا امکان بھی ہو سکتا ہے۔

بیعت ہونے کے بعد ابتدائی اسباق کی تفصیل

بیعت ہونے کے بعد سالِک کو چند وظائف (اذکار و مراقبات) پابندی سے کرنے ہوتے ہیں، جن میں بعض مستقل طور پر کرنے ہیں اور بعض اذکار و مراقبات کو مُرشِد کے فرمان کے بعد تبدیل کرایا جاتا ہے۔

بعض وظائف زبان سے ادا کرنے کے لئے ہیں (مثلاً استغفار، درود شریف اور تلاوت قرآن کریم) اور بعض خیال، سوچ اور تصور کے ذریعے ادا کرنے والے ہیں (مثلاً مراقبہ اور لطائف پر ذکر)۔

پہلا وظیفہ: استغفار

- روزانہ پچیس (۲۵) بار استغفار کریں (یا جتنی بار مُرشد کرنے کی تلقین کریں)
- اَستَغْفِرُاللهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْهِ یا کوئی دوسرا ایسا استغفار جو قرآن و حدیث سے ثابت ہو۔

دوسرا وظیفہ: درود شریف

❖ روزانہ (۲۵) بار درود شریف پڑھیں (یا جتنی بار مُرشد پڑھنے کی تلقین کریں)

❖ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ یا کوئی دوسرا ایسا درود شریف جو قرآن وحدیث میں موجود ہو۔

تیسرا وظیفہ: تلاوتِ قرآن پاک

❖ روزانہ کم از کم ایک ربع (پاؤ) پارہ تلاوت کریں

چوتھا وظیفہ: اسم ذات اللہ اللہ کا ذکر (ذکر قلبی)

❖ لطیفہ قلب پر اسم ذات "اللہ اللہ" کا ذکر، خیال اور تصور کے ساتھ ضَرَب لگا کے کرنا ہے۔ (لطیفہ قلب بائیں پستان سے دو انگشت نیچے پہلو کی جانب ہے۔)

❖ اِس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے چِپکا لے اور سانس کو کچھ دیر کے لئے بند کر دے اور یہ تصور کرے کہ میں قبر میں ہوں اور دھیان لطیفہ قلب کی طرف جمائے۔ اور یہ خیال اور تصور مسلسل کرتا رہے کہ میرا لطیفہ قلب "اللہ اللہ اللہ" کہہ رہا ہے اور اُس ذات کو یاد کر رہا ہے اور پکار رہا ہے جو تمام کمالات کے ساتھ متصف ہے اور ہر قسم کے نقص سے پاک ہے۔ (رسالہ مجددیہ)

❖ سانس بند کرنا اور زبان کو تالو سے چپکانا ضروری نہیں، بلکہ یہ صرف توجہ برقرار رکھنے کے لئے ایک ترکیب ہے۔

❖ "اللہ اللہ اللہ" کا یہ ذکر، خیال اور تصور سے کرے (زبان یا حلق سے نہ کرے)۔

❖ یہ ذکر روزانہ تقریباً تیس (۳۰) منٹ یا ۱۵۰۰ بار کرے (یا جیسا مُرشِد کا حکم ہو)۔

- ❖ یہ (قلبی) ذکر کم از کم چالیس (۴۰) دن بلاناغہ کرے یا جب تک شیخ کا حکم ہو تب تک کرتا رہے۔
- ❖ کوشش کرے کہ اپنے دل کو پریشان کُن خیالات اور ادھر اُدھر کی باتوں سے خالی کرے تاہم اگر خیالات آئیں تو پریشان نہ ہو بلکہ اپنا ذکر جاری رکھے۔ [1]
- ❖ اس ذکر کے دوران خیال اور توجہ صرف اسم ذات اللہ کے ذکر کی طرف رکھے اور فیض (انوارات) کے آنے یا لانے کا خیال نہ کرے۔
- ❖ اِس ذکر کو باقاعدگی سے کرنے، گناہوں سے بچنے اور نیک صحبتوں کی برکت سے بعض اوقات اللہ تعالیٰ، سالک کا قلب جاری کر دیتے ہیں۔
- ❖ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ کسی بھی لطیفہ میں ذکر جاری ہونے کا صرف یہ مطلب ہر گز نہیں کہ اُس لطیفہ کا مقام جنبش و حرکت کرے، بلکہ ذکر جاری ہونے کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ چاہے توجہ ہو یا نہ ہو، سالک اُس لطیفے کے مقام سے خیال کے کانوں سے اللہ اللہ کا ذکر سُنتا ہو۔
- ❖ **ذکر کے نتیجے میں لطائف کا حرکت کرنا تصوف کے مقاصد میں شامل نہیں بلکہ لطائف پر ذکر اور مراقبات کا اصل مقصد یہ ہے کہ**
  - نیکیوں سے محبت اور گناہوں سے نفرت پیدا ہو جائے،
  - اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو جائے،
  - نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) اور دیگر علماءِ و اولیائے حق کی محبت

---

[1] بندہ کے شیخ و مُرشد حضرت مولانا سید ظفر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں: "مُرید جتنا اپنے شیخ سے رابطہ زیادہ رکھے گا، ذکر و مراقبہ میں اُتنا ہی اُس کا دل لگے گا اور خیالات منتشر نہیں ہوں گے۔"

دل میں پیدا ہو جائے اور نبی کریم ﷺ کی سنتوں پر عمل کی توفیق ہونے لگے۔

- حضورِ قلبی (یعنی یادِ الٰہی سے غفلت نہ رہنے) اور حضور مَعَ اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے) کی کیفیت حاصل ہو جائے (چاہے تھوڑی دیر کے لئے ہی کیوں نہ ہو)۔[1]

❖ اگر کوئی بھی فرق محسوس نہ ہو تب بھی ذکر کرتا رہے کیونکہ اپنے بننے یا بگڑنے کا فیصلہ خود نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اپنے تمام ظاہری و باطنی حالات اپنے پیر و مرشد کو بتا کر اُن کی ہدایات پر عمل کرنا چاہیئے، یہی کامیابی کا نُسخہ ہے۔

❖ ہر انسان کے بدن میں کُل سات (۷) لطائف (روحانی مقامات) ہیں۔ ترتیب وار ہر لطیفہ پر کم از کم چالیس (۴۰) دن اسم ذات "اللہ اللہ اللہ" کا ذکر مندرجہ بالا

---

[1] بندہ کے شیخ و مرشد حضرت مولانا سید ظفر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "ذکر کے نتائج میں اصل نتیجہ، حضور مع اللہ کی کیفیت کا مستقل طور پر حاصل ہو جانا ہے، جب یہ حاصل ہو جائے تو باقی مندرجہ بالا ذکر کردہ نتائج خود بخود حاصل ہو جاتے ہیں۔"

مزید فرماتے ہیں: "(چوتھا سبق یعنی) لطائف پر ذکر، "اسباقِ جذب" میں سے ہے۔ لطائف پر ذکر کی وجہ سے جذبہ، محبت اور ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے جب کہ (پانچواں سبق یعنی) پندرہ منٹ کا مراقبہ "سلوک" کا حصہ ہے اور اس کی وجہ سے نفس اور قلب کی صفائی کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ اگرچہ سلوک کے تفصیلی اَسباق، لطائف پر ذکر کے بعد کے مرحلے میں شروع ہوتے ہیں لیکن ہمارے سلسلے میں پہلے دن سے لطائف پر ذکر کے ساتھ ساتھ پندرہ منٹ کے مراقبہ کے ذریعے سلوک طے کرانے کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ یہ ہمارے سلسلہ کی بہت بڑی انفرادیت ہے کہ جذب اور سلوک کے اسباق ابتدا ہی سے شروع کرا دیئے جاتے ہیں۔ لطائف پر ذکر اور مراقبہ (ایک وقت میں شروع کرنے) کی مثال ایسے ہے گویا کہ کسی مریض کو علاج کے لئے دوائی اور طاقت دِلانے کے لئے غذائیں ایک ساتھ دی جائیں۔"

ترتیب سے کرنا ضروری ہے ،جس کے بعد مراقبات شروع ہوتے ہیں ۔ ساتوں لطائف پر ذکر کو "جذب" کے اسباق کہتے ہیں(رسالہ مجددیہ) اور سالک کو ابتدائی مرحلے میں اسم ذات کا ذکر اسی لئے دیا جاتا ہے کہ اسم ذات(اللہ اللہ اللہ) کا ذکر جذب و محبتِ الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔[1]

پانچواں وظیفہ: مُراقبہ

"دِل کو مختلف خیالات اور وساوس سے خالی کرکے کسی خاص مضمون کا تصور کرکے فیضِ الٰہی اور رحمت الٰہی آنے کے انتظار کو مُراقبہ کہتے ہیں"۔پہلے مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ تقریباًپندرہ(۱۵) منٹ آنکھیں بند کرکے یہ تصور کرکے بیٹھ جائیں کہ

"فیض آرہاہے اُس ذات کی طرف سے جو تمام صفات کمالیہ اور خوبیوں کا جامع اور ہر قسم کے نقائص و عیوب سے پاک و منزہ ہے،(یہ فیض)حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لطیفہ قلب پر(آرہاہے)اور اُن کے لطیفہ قلب سے تمام مشائخ کے واسطے سے میرے لطیفہ قلب پر(آرہاہے)۔"

[1] لطیفہ قلب پر اسم ذات کے نقش کا تصور قائم کرکے اسم ذات(اللہ اللہ اللہ)کا ذکر کرنے کے متعلق حضرت مفتی محمد فرید مجددیؒ نے فرمایا کہ یہ(طریقہ) دیرپا نہیں ہوتا بلکہ قلب پر ذکر کرنے کا تصور کہ وہ اللہ اللہ کہہ رہاہے،زیادہ مفید،مورد فیض اور ہمارے مشائخ کا طریقہ ہے۔ (بروایت مولانا مفتی محمد وہاب منگلوری صاحب از تجلیات فریدی جلد اول ص99)۔مزید فرماتے ہیں کہ"عورتوں کو اسم ذات لسانی دیناچاہیئے،ان کے قلوب کمزور ہوتے ہیں۔" اور یہ کہ "عورتوں کو بیعت بذریعہ خط یا پردہ میں بٹھا کر چادر ہاتھ میں دے کر کرناچاہیئے۔"(از تجلیات فریدی ص217)

❖ مزید عام فہم انداز میں نیت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ "فیض آرہا ہے اُس ذات (یعنی اللہ تعالیٰ) کی طرف سے جس میں تمام صفات پائی جاتی ہیں اور وہ ہر قسم کے نقص اور زوال سے پاک ہے۔"

❖ گویا اس مُراقبہ میں مشائخ کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کی ذات مبارک سے فیض حاصل کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کی تجلیات کا فیض سالک کے قلب پر آتا ہے۔[1]

❖ لطیفہ قلب بائیں پستان سے دو انگشت (تقریباً ایک انچ) بائیں جانب اور دو انگشت (تقریباً ایک انچ) نیچے پہلو کی جانب واقع ہے۔[2]

❖ مُراقبہ میں یہ تصور کرے کہ میرے قلب پر جو فیض (نُور) آرہا ہے اُس کا رنگ زرد ہے۔

❖ اِس مراقبہ میں اسم ذات یعنی "اللہ اللہ" کے ذکر کا تصور نہ کرے اور تمام وقت لطیفہ قلب پر نازل ہونے والے انوارات کے انتظار میں بیٹھا رہے، البتہ اگر قلب بے اختیار "اللہ اللہ" کا ذکر کرنے لگے تو کوئی بات نہیں۔

❖ مراقبہ میں اگر اِدھر اُدھر کے خیالات آئیں تو بالکل پریشان نہ ہوں اور ہر حال میں مُراقبہ کے اوقات پورا کریں۔[3]

---

[1] ارشادِ گرامی حضرت مولانا سیّد ظفر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم

[2] اِس لطیفے کے انوار سونے کی طرح زرد ہیں، جو تجرد اور فنائیت کے بعد دیکھے جاسکتے ہیں۔

[3] سالک کا کام فیض کے انتظار میں بیٹھنا ہی ہے۔ دلجمعی اور کامل توجہ و یکسوئی کے انتظار میں مراقبہ وذکر چھوڑ دینا ٹھیک نہیں جیسا کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ اگر اطمینان اور شوق کے انتظار میں رہے تو ہوسکتا ہے کہ ساری عمر ہی اطمینان نصیب نہ ہو تو کیا ہم اپنا وظیفہ چھوڑ دیں گے؟

❖ مراقبہ کے دوران آنکھیں بند کرنے یا کسی گوشہ میں بیٹھ جانے یا سر پر چادر ڈالنے یا اندھیری جگہ پر بیٹھنے سے عموماً خیالات مُنتشِر نہیں ہوتے اور توجہ برقرار رہتی ہے، تاہم یہ تمام اُمور مراقبہ کا ضروری حصہ نہیں اگر اِن کے بغیر توجہ اور دھیان برقرار رہتا ہے تو اِن کی ضرورت نہیں۔

❖ بد نظری (غیر محرم خواتین کو دیکھنے) کے مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے بھی عموماً دورانِ مراقبہ سالک کے خیالات منتشر رہتے ہیں۔

❖ شیخ المشائخ حضرت مفتی محمد فرید مجددیؒ فرماتے ہیں کہ "کامل لوگ چلتے پھرتے اور لیٹتے بیٹھتے بھی مراقبہ کرسکتے ہیں۔" (تجلیات فریدی جلد اول ص222)

❖ مراقبات میں نیت کے الفاظ کو دل میں یا زبان سے بار بار نہ دہرائے بلکہ ابتداء میں ایک دفعہ ہی نیت کرلے اور انوارات (فیوضات) کے انتظار میں بیٹھا رہے۔ شروع میں تو کچھ محسوس نہیں ہوتا البتہ باقاعدگی سے مراقبات کرنے سے فیض کی آمد محسوس ہونے لگتی ہے۔

❖ لطیفہ قلب کے مقام کو معلوم کرنے (تعیّن) میں بہت زیادہ کوشش نہ کرے، سرسری دھیان اور توجہ بھی کافی ہے۔

❖ اپنے تمام حالات شیخ کی خدمت میں پیش کرتا رہے اور ذہن میں کوئی سوال، شک یا اُلجھن پیدا ہو تو فوراً اپنے مُرشد سے رابطہ کرے۔ اپنے شیخ سے رابطہ جتنا زیادہ ہوگا اُتنی ہی جلد ترقی ہوگی ان شاء اللہ۔

اثرات

❖ اس مراقبہ کی برکت سے سالک میں نیک صفات پیدا ہونا شروع ہوجاتی ہیں اور

نقائص و عیوب کی اصلاح ہونا بھی شروع ہو جاتی ہے۔

سالک کی جلد ترقی کے لئے بہتر تو یہی ہے کہ وہ چوبیس گھنٹوں میں کوئی ایک خاص وقت مقرر کر کے پانچوں وظائف کو مندرجہ بالا ترتیب کے ساتھ ادا کرے اور اِس میں کوئی ناغہ نہ کرے، البتہ اگر کوئی شدید عُذر یا بیماری درپیش ہو تو مختلف اوقات میں بھی اِن معمولات کو پورا کرنے کی اجازت ہے۔

ضروری ہدایت

سلسلہ میں بیعت ہونے والے سالکین اکثر یہ سوالات پوچھتے رہتے ہیں کہ کیا ۲۵ بار سے زائد درود شریف اور استغفار نہیں پڑھ سکتے اور کیا ایک پاؤ (ربع) سے زیادہ تلاوت نہیں کر سکتے ؟ تو اس کا جواب ہمارے شیخ اور مُرشِد **حضرت مولانا سید ظفر علی شاہ صاحب مدظلہٗ** کے ارشادات کی روشنی میں یہ ہے کہ ۲۵ بار استغفار اور درود شریف پڑھنا اور ایک پاؤ (ربع) پارہ تلاوت کرنا یہ سلسلہ نقشبندیہ کے تصفیہ قلب و تزکیہ نفس کے نصاب کا حصہ ہے، کم از کم اتنی مقدار میں کرنا ضروری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مراقبہ اور ذکر قلبی کرنا بھی ضروری ہے۔ مراقبہ اور ذکر کا معمول مکمل کر لینے کے بعد اگر وقت ہو تو مزید تلاوت، درود شریف اور استغفار کر سکتے ہیں۔

نوٹ: البتہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جب تک سلسلہ کے تمام اذکار و مراقبات مکمل نہ ہو جائیں اور ایک خاص حد تک نفس اور قلب کی اصلاح نہ ہو جائے اُس وقت تک قرآن پاک کی تلاوت، درود شریف اور استغفار کو سلسلہ کے اذکار و مراقبات کا متبادل نہ سمجھے کیونکہ تلاوت کلام پاک، استغفار اور درود شریف سے ثواب اور فائدہ تو یقینی ہے لیکن بیعت ہونے کے بعد ابتدا میں نفس اور قلب کی اصلاح ذکر و مراقبہ

سے ہی زیادہ ہوتی ہے۔[1]

[1] حضرت خواجہ غلام حسن سواگؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ "مبتدی (ابتدائی) طالبِ سلوک کو ذکر اور مراقبہ بہت زیادہ کرنا چاہیے فرائض اور سنتیں بلاناغہ ادا کرے، دیگر نوافل و اوراد کی کثرت (فی الحال) مناسب نہیں۔ گویا مبتدی بیمار کی مانند ہے جسے زیادہ دوا استعمال کرنی چاہیے، نہ کہ خوراک، بلکہ خوراک کم استعمال کرنی چاہیے۔"

(اقتباس از ویب سائٹ:http://www.ziaetaiba.com)

اسی بات کو ایک دوسری مثال سے بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ سورہ فاتحہ کی فضیلت تشہد کی فضیلت سے بڑھ کر ہے لیکن اگر کوئی قعدہ میں سورہ فاتحہ پڑھے تو یہ غلط ہو گا۔ (شرح مکتوبات قدسی آیات)

لطائف کے بارے میں مزید وضاحت: لطیفہ قلب کی فنا، قلب پر اللہ تعالیٰ کی صفاتِ افعالیہ کی تجلّی کا ظہور ہے اور اِس کی تاثیر غَفلَت اور شہوت کے دور ہو جانے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ فنا حقیقت میں اخلاقِ ذمیمہ سے رہائی پانا اور اخلاقِ حمیدہ کے ساتھ متصف ہونا ہے (مکتوبات معصومیہ دفتر سوم ص 130)۔ اخلاق ذَمیمہ سے مراد بُری صفات اور غلط عقائد مثلاً حسد، بغض، کینہ، عُجب، تکبر، لالچ وغیرہ اور اخلاقِ حمیدہ سے مُراد اچھی صفات اور صحیح عقائد مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر کامل یقین، محبتِ الٰہی، خوفِ الٰہی، صبر، توکل، قناعت، عاجزی وغیرہ ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ اخلاق ذمیمہ ایسی قوتیں ہیں جو بالکل ختم تو نہیں ہوتیں البتہ اللہ تعالیٰ کے فضل، مرشد کی صحبت و توجہ، ہمت، مجاہدے اور ذکر و عبادت سے مغلوب ہو جاتی ہیں اور انسان ظاہری اور باطنی گناہوں سے رُک جاتا ہے اور جب مندرجہ بالا محنتوں میں کمی آتی ہے تو اخلاقِ ذمیمہ پھر قوت حاصل کر کے انسان پر غالب آجاتی ہیں۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بوادر النوادر میں لطائف اور اس پر ذکر کے اثرات و نتائج کے بارے میں جو نفیس بحث کی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ تصور (الٰہی) بھی جائز ذکرِ (الٰہی) کی ایک قسم ہے البتہ تصور کے درجات مختلف ہیں جسے ایک مثال میں بیان کیا جا سکتا ہے: (حاشیہ جاری ہے)

(بقیہ حاشیہ) (1) پہلا درجہ یہ ہے کہ ایسے محبوب شخص (یا ہستی) کا تصور کیا جائے جو موجود اور حاضر نہ ہو بلکہ غائب ہو۔ اس درجے کا اصطلاحی نام "ذکر" ہے کیونکہ اس میں محض یاد ہے۔

(2) دوسرا درجہ یہ ہے کہ ایسے محبوب شخص (یا ہستی) کا تصور کیا جائے جو سامنے موجود تو ہو لیکن کافی فاصلے پر موجود ہو اور زیادہ فاصلے کی وجہ سے اُس کے خدوخال اچھی طرح نظر نہ آسکیں۔ اس درجے کا نام حضور ہے کیونکہ اس میں جس شخص کا تصور کیا جارہا ہے وہ سامنے حاضر ہوتا ہے۔

(3) تیسرا درجہ یہ ہے کہ ایسے محبوب شخص (یا ہستی) کا تصور کیا جائے جو کم فاصلے پر موجود ہو اور اُس کے خدوخال اچھی طرح نظر آسکیں۔ اس درجے کا نام مکاشفہ ہے کیونکہ قریب ہونے کی وجہ سے محبوب کے مکمل حضور اور خدوخال کا انکشاف ہوتا ہے۔

(4) چوتھا درجہ یہ ہے کہ ایسے محبوب شخص (یا ہستی) کا تصور کیا جائے جو بالکل قریب موجود ہو اسکے تصور و دیدار میں اس قدر محویت ہو جائے کہ عشق و محبت کی وجہ سے اپنی بھی خبر نہ رہے۔ اس درجے کا اصطلاحی نام شہود و مشاہدہ ہے کیونکہ اس میں کامل حضور ہوتا ہے۔ نیز اس درجے کا نام فنا بھی ہے کیونکہ محویت کی وجہ سے اپنی ہستی کا علم نہیں ہوتا۔

(5) پانچواں درجہ یہ ہے کہ وہ محویت یہاں تک ترقی کرے کہ بے خبری کی بھی خبر نہ رہے۔ (مثلاً نیند میں غرق شخص کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ میں نیند کی حالت میں ہوں)۔ اس درجے کا اصطلاحی نام معائنہ ہے کیونکہ معائنہ سے مراد وہ حضور اور معائنہ ہے جو اصطلاحی شہود سے زائد ہو، اس میں لاعلمی سے بھی لاعلمی ہوتی ہے، اسی وجہ سے اس کا نام فناء الفناء بھی ہے۔ یہ پانچوں درجات ہیں تصور کے۔

مندرجہ بالا مثال کی طرح رب ذوالجلال کے تصور کے بھی یہی درجات ہیں، اور صوفیائے کرام اِن درجات کو مندرجہ ذیل اصطلاحی ناموں سے یاد کرتے ہیں؛

(ا) ذکر (ب) حضور (ج) مکاشفہ (د) شہود و مشاہدہ (ذ) معائنہ۔

پس لطیفہِ قلب کا فعل ذکر، لطیفہِ روح کا فعل حضور، لطیفہِ سِر کا فعل مکاشفہ، لطیفہِ خفی کا فعل شہود، لطیفہِ اخفٰی کا فعل معائنہ ہے۔ (بوادر النوادر صفحہ 565،566) (حاشیہ ختم شد)

بیعت ہونے کے بعد ابتدائی اسباق کا خلاصہ

سلسلہ فریدیہ مالکیہ نقشبندیہ میں بیعت ہونے کے بعد سالک کو مندرجہ ذیل "پانچ" ابتدائی وظائف باقاعدگی سے کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔اِن میں تین وظائف "زبان" سے کرنے ہیں اور مستقل کرنے ہیں جبکہ دو وظائف "تصور اور خیال" سے کرنے ہیں جو کچھ عرصے بعد تبدیل ہوتے رہتے ہیں:

۱۔اَستغفار	روزانہ پچیس (۲۵) بار استغفار کریں(یا جتنی بار مُرشد کرنے کی تلقین کریں)	اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ رَبِّیۡ مِنۡ کُلِّ ذَنۡبٍ وَّ اَتُوۡبُ اِلَیۡہِ یا کوئی دوسرا منصوص استغفار	زبان سے ادا کرنے والا پہلا وظیفہ
۲۔درود شریف	روزانہ پچیس (۲۵) بار درود شریف پڑھیں(یا جتنی بار مُرشد پڑھنے کی تلقین کریں)	اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَبَارِكۡ وَسَلِّمۡ یا کوئی دوسرا منصوص درود شریف	زبان سے ادا کرنے والا دوسرا وظیفہ
۳۔تلاوت قرآن	روزانہ کم از کم ایک ربع (پاؤ) پارہ تلاوت کریں	----	زبان سے ادا کرنے والا تیسرا وظیفہ
۴۔ذکر اسم ذات (اللہ اللہ)	روزانہ (کم از کم) تیس (۳۰) منٹ یا ۵۰۰۱بار ذکر قلبی کریں (یا جتنی بار مُرشد کرنے کی تلقین کریں)	یہ ذکر کم از کم چالیس (۴۰) دن بلا ناغہ کرے یا جب تک شیخ کا حکم ہو تب تک کرتا رہے۔	لطیفہ قلب پر تصور سے کرنے والا پہلا وظیفہ
۵۔مُراقبہ	(کم از کم) ۱۵ منٹ	روزانہ (جب تک شیخ ترک کرنے کا حکم نہ دیں)	تصور سے کرنے والا دوسرا وظیفہ

❖ یاد رہے کہ مندرجہ بالا وظائف کی ترتیب، مقدار یا اوقات میں مُرشِد، سالک (مُرید) کی استطاعت یا حالات کے مطابق کمی بیشی اور تبدیلی کر سکتا ہے لیکن سالک کو اپنی رائے اور طبیعت سے مُرشد کی رہنمائی کے بغیر کوئی کمی زیادتی یا تبدیلی کبھی بھی نہیں کرنی چاہیئے۔

دوسرا سبق: لطیفہ روح پر اسم ذات اللہ اللہ کا ذکر

لطیفہ قلب پر ذکر کرنے کے بعد مرشد کی اجازت کے بعد دوسرا سبق لطیفہ روح پر اللہ تعالیٰ کے نام (اللہ اللہ اللہ) کا ذکر کرنا ہے۔ لطیفہ روح دائیں پستان سے دو انگشت (تقریباً ایک انچ) نیچے اور دو انگشت (تقریباً ایک انچ) پہلو کی جانب (واقع) ہے۔ [1]

- ❖ اس پر ذکر کرنے کی کم سے کم مقدار بھی تیس منٹ یا پندرہ سو (۱۵۰۰) بار ہے۔
- ❖ دیگر وظائف (استغفار، درود شریف، تلاوت اور کم از کم ۱۵ منٹ مراقبہ) جاری رہیں گے۔
- ❖ اس لطیفہ کے انوار سرخ ہیں شفق احمر کی طرح (رسالہ مجددیہ)۔

---

[1] حضرت مفتی محمد فرید مجددی ؒ اپنے رسالہ میں لطائف پر ذکر کرنے کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "جان لو کہ قلب کا کام ہی یہی ہے کہ وہ کسی غائب چیز کا تصور کرتا ہے جیسا کہ ایک خوبصورت بنگلے کو دیکھ کر خیال ایک ماہر مستری کی طرف ضرور جاتا ہے۔ لطیفہ روح پر ذکر کرنے کا اثر یہ ہے کہ (ادراک اور معرفت میں مزید ترقی ہو جائے اور) کسی غائب چیز سے متعلق اتنی پہچان (معرفت) حاصل ہو جائے کہ وہ صِرف شبیہ ہے لیکن یہ تمیز حاصل نہ ہو کہ یہ چیز کیا ہے؟ انسان ہے یا درخت؟۔ لطیفہ سِر پر ذکر کرنے کا اثر یہ ہے کہ کسی غائب چیز سے متعلق (ادراک اور معرفت میں مزید ترقی ہو جائے اور) اتنی پہچان (معرفت) حاصل ہو جائے کہ وہ صرف یہ تمیز کر سکے کہ یہ انسان ہے مزید کوئی پہچان نہ ہو۔ لطیفہ خَفی پر ذکر کرنے کا اثر یہ ہے کہ کسی غائب چیز سے متعلق (ادراک اور معرفت میں مزید ترقی ہو جائے اور) اتنی پہچان (معرفت) حاصل ہو جائے کہ وہ صرف یہ تمیز کر سکے کہ یہ زید ہے (یعنی نام کو پہچان لے) مزید کوئی پہچان (معرفت) نہ ہو۔ لطیفہ اَخفیٰ پر ذکر کرنے کا اثر یہ ہے کہ کسی غائب چیز سے متعلق (ادراک اور معرفت میں مزید ترقی ہو جا ئے اور) اتنی پہچان (معرفت) ہو جائے کہ وہ اُس کے حُسن اور رنگ وغیرہ کے بارے میں بھی جان سکے۔" (نقل شُدہ مفہوماً از "رسالہ مجددیہ")

❖ لطیفہ روح کی فنا، روح پر اللہ تعالیٰ کی تجلیّٔ صفاتِ (ثبوتیہ) کا ظہور ہے اور اس کی تاثیر غصہ و غضب کی کیفیت میں اعتدال کی کیفیت کا ظہور ہے۔

تیسرا سبق: لطیفہ سِر پر اسم ذات اللہ اللہ کا ذکر

❖ اِس میں لطیفہ "سِر" پر اسم ذات (اللہ اللہ) کا ذکر کیا جاتا ہے۔

❖ لطیفہ سِر بائیں پستان سے دو انگشت (تقریباً ایک انچ) سینے کے وسط (درمیان) کی جانب (واقع) ہے۔ اس پر ذکر کرنے کی کم سے کم مقدار بھی تیس منٹ یا پندرہ سو (۱۵۰۰) بار ہے۔

❖ دیگر وظائف (استغفار، درود شریف، تلاوت اور کم از کم ۱۵ منٹ مراقبہ) جاری رہیں گے۔

❖ اس لطیفہ کے انوار سفید ہیں بالکل دودھ کی طرح (رسالہ مجددیہ)۔

❖ اس لطیفہ کی فنا، لطیفہِ سِر پر اللہ تعالیٰ کے شئونات و اعتبارات کا ظہور ہے اور اس کی تاثیر طمع اور حرص کے خاتمے اور فکرِ آخرت کے جذبات کی بیداری سے ظاہر ہوتی ہے۔

چوتھا سبق: لطیفہ خَفی پر اسم ذات اللہ اللہ کا ذکر

❖ اِس میں لطیفہ "خَفی" پر اسم ذات (اللہ اللہ) کا ذکر کیا جاتا ہے۔

❖ لطیفہ خفی دائیں پستان سے دو انگشت (تقریباً ایک انچ) سینے کے وسط (درمیان) کی جانب (واقع) ہے۔ اس پر ذکر کرنے کی کم سے کم مقدار بھی تیس منٹ یا پندرہ سو (۱۵۰۰) بار ہے۔

❖ دیگر وظائف (استغفار، درود شریف، تلاوت اور کم از کم ۱۵ منٹ مراقبہ) جاری رہیں گے۔

❖ اس لطیفہ کے انوار سیاہ ہیں بالکل سیاہ ریشم کی طرح (رسالہ مجددیہ)۔

❖ اس لطیفہ کی فنا، لطیفہ خَفی پر صفات سَلَبیہ تنزیہہ کا ظہور ہے اور اس کی تاثیر حسد و بخل اور کینہ اور غیبت جیسے امراض سے مکمل نجات حاصل ہو جانے سے ظاہر ہوتی ہے۔

پانچواں سبق: لطیفہ اَخفیٰ پر اسم ذات اللہ اللہ کا ذکر

❖ اِس میں لطیفہ "اَخفیٰ" پر اسم ذات (اللہ اللہ) کا ذکر کیا جاتا ہے۔

❖ لطیفہ "اَخفیٰ" سینے کے وسط (درمیان) میں (واقع) ہے۔ اس پر ذکر کرنے کی کم سے کم مقدار بھی تیس منٹ یا پندرہ سو (۱۵۰۰) بار ہے۔

❖ باقی وظائف (استغفار، درود شریف، تلاوت اور کم از کم ۱۵ منٹ مراقبہ) جاری رہیں گے۔

❖ اس لطیفہ کے انوار سبز ہیں بالکل نبی کریم ﷺ کے روضہِ مبارک کے گنبد کی طرح (رسالہ مجددیہ)۔[1]

عالم امر کے لطائف (قلب تا اخفیٰ) پر ذکر کرنے سے لطائف بیدار ہو جاتے ہیں اور عرش کے اوپر (عالم امر میں) واقع اپنی اصل کے رابطہ بحال کر لیتے ہیں جس کی وجہ

---

[1] اس لطیفہ کی فنا مرتبہِ تنزیہہ اور مرتبہِ احدیّت مجرّدہ کے درمیان ایک برزخی مرتبے کے ظہور و شہود سے وابستہ ہے اور یہ ولایتِ محمدیہ ﷺ کا مقام ہے ۔اس کی علامت میں قربِ ذاتِ باری تعالیٰ کا احساس و شہود ہے اور اس کی تاثیر تکبّر، فخر و غرور اور خود پسندی جیسی مُلک روحانی امراض سے رہائی پانے سے ظہور پذیر ہوتی ہے۔

حضرت مولانا ابو سعید فاروقی مجددیؒ فرماتے ہیں: "اس لطیفے کی فنا شان الٰہی کے اس درجے و مرتبے میں ہے جو ان سب سے مراتب پر مشتمل اور سب کا جامع ہے۔" (از ہدایت الطالبین)

سے ان لطائف میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی تجلیات کے فیوضات کو جذب کرنے کی صلاحیت اور کشش پیدا ہو جاتی ہے۔اس مرحلہ کے مکمل ہونے کو"دائرہ امکان" کا طے کرنا کہتے ہیں۔

حضرت اقدس مفتی محمد فرید صاحب مجددیؒ فرماتے ہیں: "پس جان لو کہ محققین عارفین کی تحقیق کے مطابق انسان دس اجزاء کا مرکب ہے (یعنی دس اجزاء سے بنا ہوا ہے)؛ قلب، روح، سِر، خَفی، اَخفیٰ، (یہ پانچ لامکان یعنی عرش کے اوپر ہیں) اور اِن کے اُصول بھی مافوق العرش (عرش کے اوپر) ہیں اور نفس، خاک، پانی، آگ اور ہوا (یہ عناصر) مکانی ہیں اور ماتحت العرش (عرش کے نیچے) ہیں۔اِن کے اُصول بھی ماتحت العرش (عرش کے نیچے) ہیں۔انسان کے بدن میں بعض خاص مقامات کے ساتھ اِن اجزاء (لطائف) کا خاص تعلق موجود ہے اور اُس مقام پر ذکر کرنے سے وہ جُز بیدار ہو جاتا ہے اور اپنا کام شروع کر لیتا ہے (اور انسان کی اصلاح شروع ہو جاتی ہے)۔علمائے علم کلام کے مطابق انسان (یعنی نفسِ ناطقہ) جسم لطیف ہے اور ادراک اور معرفت حاصل کرنا صرف قلب کا کام ہے اور قلب پر ذکر کرنے سے معرفت کا حصول شروع ہو جاتا ہے۔سو بظاہر یہ ذکر اِن مختلف مقامات (اور لطائف) پر ہو رہا ہوتا ہے لیکن درحقیقت یہ ذکر قلب پر اور اطرافِ قلب پر ہو رہا ہوتا ہے اور معرفت (اِلٰہی) میں دن بہ دن ترقی ہو رہی ہوتی ہے۔" (رسالہ مجددیہ)

چھٹا سبق: لطیفہ نفس پر اسم ذات اللہ اللہ کا ذکر

❖ اِس میں لطیفہ "نَفس" پر اسم ذات (اللہ اللہ) کا ذکر کیا جاتا ہے۔

❖ لطیفہ "نفس" ماتھے کے وسط (درمیان) میں (واقع) ہے۔اس پر ذکر کرنے کی کم سے کم مقدار بھی تیس منٹ یاپندرہ سو(۱۵۰۰) بار ہے۔

❖ باقی وظائف (استغفار،درود شریف، تلاوت اور کم از کم ۱۵منٹ مراقبہ) جاری رہیں گے۔

❖ یہ عالم خلق کا پہلا لطیفہ ہے،اس کی تاثیر نفسانیت کے مِٹ جانے، عجز وانکساری پیدا ہونے اور ذکر میں ذوق وشوق بڑھ جانے سے ظاہر ہوتا ہے۔

ساتواں سبق: لطیفہ قالبیہ پر اسم ذات اللہ اللہ کا ذکر

❖ اِس میں لطیفہ "قالبیہ" پر اسم ذات (اللہ اللہ) کا ذکر کیا جاتا ہے ۔اِسے سلطان الاذکار کہاجاتاہے۔

❖ یہ لطیفہ دونوں کانوں اور سر کے وسط (درمیان) میں (واقع) ہے۔اس پر ذکر کرنے کی کم سے کم مقدار بھی تیس منٹ یاپندرہ سو(۱۵۰۰) بار ہے۔

❖ بعض اوقات اس لطیفہ پر ذکر کرنے کے دوران انسان کا پورا جسم ذکر کرنا شروع کردیتاہے۔

❖ باقی وظائف (استغفار،درود شریف، تلاوت اور کم از کم ۱۵منٹ مراقبہ) جاری رہیں گے۔

❖ یہ عالم خلق کا دوسرا لطیفہ ہے لیکن دراصل یہ عالم خلق کے چار لطائف (ہوا، پانی، آگ اور مِٹی) پر مشتمل ہے۔اس کا مقام سارا قالب (جسم) ہے۔اس کی علامت

ہر ہر جُزوِ بدن اور بال بال سے ذکر کا جاری ہونا ہے۔ اس کی تاثیر رذائلِ بشریہ اور دنیوی تعلقات سے مکمل رہائی پالینے سے ظاہر ہوتی ہے۔[1]
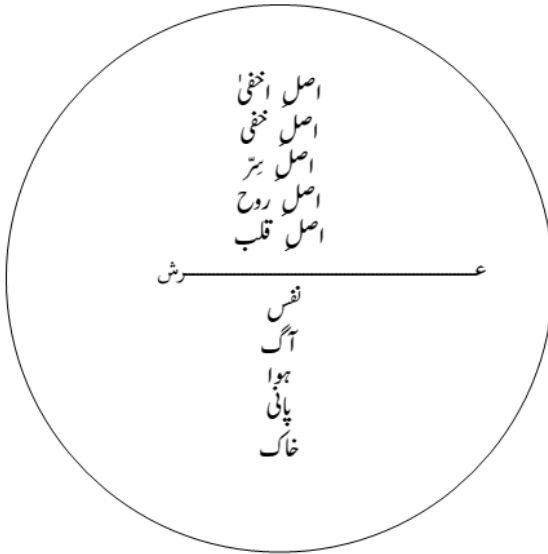
دائرۂ امکان

عرش کے اوپر کا نصف دائرہ عالمِ امر ہے اور نیچے کا نصف دائرہ عالمِ خلق ہے۔

---

[1] شیخ المشائخ حضرت مفتی محمد فرید مجددیؒ فرماتے ہیں: ”اِس لطیفہ پر ذکر کرنے کا اثر یہ ہے کہ چاروں عناصر یعنی عالم خلق کے لطائف (آگ، ہوا، پانی، مٹی) بیدار ہوں۔ اِس لطیفہ کے انوار کا رنگ غیر متعین ہے۔“ (رسالہ مجددیہ)

سالکین کو یہ سبق دیتے وقت حضرت مفتی محمد فرید مجددیؒ فرماتے کہ اس طرح تصور کیا کرو کہ گویا میرے بدن کا ہر ہر بال ذکر کر رہا ہے یا سر کے درمیانی حصے سے اللہ اللہ کی آواز نکل رہی ہے۔

آٹھواں سبق: نفی اثبات (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ) کا ذکر (تہلیلِ لسانی)

❖ اس میں "زبان" سے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ" کا ذکر کرے۔ تین دفعہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ" کہنے کے بعد ایک دفعہ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ" پڑھے۔

❖ اِس میں سانس بند نہ کرے اور نہ ہی سَر یا بدن کے دیگر حصوں کو حرکت دے۔

❖ یہ ذکر کم از کم گیارہ سو (۱۱۰۰) دفعہ کرے یا جو تعداد شیخ نے بتائی ہو اس کے مطابق کرے۔

❖ باقی وظائف (استغفار، درود شریف اور تلاوت) جاری رہیں گے، البتہ اس سبق کے دوران مراقبہ کا معمول نہیں ہو گا۔

نَواں سبق: نفی اثبات (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ) کا تصوراتی ذکر (تہلیلِ قلبی)

❖ اِس میں خیال اور تصور سے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ" کا ذکر کرنا ہے، زبان سے نہیں۔

❖ اِس کا طریقہ یہ ہے کہ سالک اندر کی جانب خوب سانس کھینچ کر ناف کے نیچے روک لے اور صرف خیال سے کلمہ "لا" کو ناف سے لے کر اپنے دماغ تک (بدن کے اندر اندر) لے جائے اور لفظ "اِلٰہ" کو دماغ سے دائیں کندھے کی طرف نیچے لائے اور لفظ "اِلَّا اللہ" کو پانچوں لطائف میں سے گزار کر قوت خیال سے دل (قلب) پر اس شد و مد کے ساتھ ضرب لگائے کہ ذکر کا اثر تمام لطائف میں پہنچ جائے اور جب سانس چھوڑ دے تو چھوڑتے وقت "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ" خیال کی زبان سے کہے۔

❖ مناسب یہ ہے کہ اوّل تین بار ہر ایک سانس میں پڑھے اور مشق کے بعد ہر ایک سانس میں پانچ پانچ مرتبہ پڑھے۔ اور اس طرح بتدریج دو دو مرتبہ زیادہ کرے اور سَر کو حرکات سے محفوظ رکھے، صرف قلب میں اِن حرکات کو ملحوظ رکھے۔ سَر یا بدن کے دیگر حصوں کو بھی حرکت نہ دے۔

❖ اِس ذکر میں یہ شرط ہے کہ معنیٰ کا لحاظ رکھے اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی موجود، مقصود اور معبود نہیں۔ نفی "لا" کے وقت اپنی ذات اور تمام موجودات کی ہستی کی نفی کرے اور اثبات (اِلَّا اللہ کہتے) وقت ذات حق تعالیٰ کو ملحوظ رکھے۔

❖ نیز یہ بھی شرط ہے کہ ذکر میں کئی بار زبانِ خیال سے کمال خاکساری اور عاجزی کے ساتھ مناجات اور التجا کرے اور کہے کہ "اے باری تعالیٰ میرا مقصود تو ہی ہے۔ تُو مجھے اپنی رضا و محبت اور معرفت عطا فرما۔"

❖ اِس کے علاوہ اپنی توجہ دل کی طرف اور دل کی توجہ ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف رکھنی ضروری ہے کیونکہ اِن دو چیزوں کے بغیر حصول نسبت محال ہے۔ اِس توجہ کا نام وقوفِ قلبی ہے۔ وقوفِ قلبی، قربِ الٰہی حاصل کرنے کا مختصر ترین راستہ ہے۔

❖ ذکر کے دوران کوشش ہونی چاہیئے کہ اپنے دل کو تمام خدشات سے محفوظ رکھے تاکہ خیالات غلبہ نہ کر سکیں۔ اِس کوشش کو نگہداشت کہتے ہیں۔

❖ نفی اثبات کے ذکر میں عدد طاق کا معمول رکھنا بہتر ہے، اس کو وقوفِ عددی کہتے ہیں۔

❖ ذکر کی مزید تفصیلات، طریقہ اور مقدار مرشد سے پوچھ کر کرے۔

❖ باقی وظائف (استغفار، درود شریف اور تلاوت) جاری رہیں گے۔ البتہ ۱۵ منٹ

مراقبہ (اَحَدِیَّت) ، آٹھویں اورنویں سبق یعنی تہلیل قلبی اور تہلیل لسانی کے دوران ترک کردیا جاتاہے۔[1]

---

[1] حضرت مولانا سیّد ظفر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ " نفی اثبات کا ذکر بھی (معمولاتِ) سلوک ہی کا حصہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ لطائف پر ذکر کے بعد جب نفی اثبات (لا الہ الا اللہ) کا ذکر شروع کراتے ہیں تو مرید کو اس دوران مراقبہ (احدیت) کرنے سے روک دیا جاتا ہے۔"

فوائد ذکر نفی اثبات:

اس ذکر میں سانس بند کرنے کے یہ فوائد ہیں:

حرارت قلبی، ذوق وشوق، رقتِ قلبی، نفی خواطر، ترقیِ محبت۔ ہو سکتا ہے کہ حصول کشف کا باعث بھی بن جائے (کشف کا حاصل ہو جانا کوئی مقصد نہیں اور نہ ہی ضروری ہے، بلکہ بعض اوقات یہ سالک کے لئے نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ از مرتب)۔ یہ طریقۂ ذکر حضرت خضر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اُنہوں نے حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کو تعلیم فرمایا تھا۔

اگر ایک سانس میں اکیس بار تک پہنچنے کے بعد بھی فائدہ ثابت نہ ہو تو تہلیلِ قلبی کے اِس عمل کو رائیگاں سمجھ کر دوبارہ نئے سرے سے شروع کر دے اور اس کی شرائط کا اچھی طرح خیال رکھے۔ (البتہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ تمام حالات اپنے شیخ کی خدمت میں پیش کرنے چاہئیں اور اُن کی ہدایات پر عمل کرنا چاہیئے اور خود سے کسی ذکر کے فائدے اور نقصان کا فیصلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ از مرتب)۔اس کی ادنیٰ مقدار گیارہ تسبیح (گیارہ سو مرتبہ) ہے اور اعلیٰ پانچ ہزار ہے۔ اگر سالک اس سے بھی زیادہ کرے تو مزید فائدہ ہو گا ان شاء اللہ (البتہ مرشد کی اجازت ضروری ہے)۔(از رسالہ مجددیہ)

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے معمولات کا دوسرا حصہ
"مُراقبات"

❖ لطائف پر "ذکر" اور "لَاۤ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ" (نفی اثبات) کا "زبانی اور قلبی ذکر" کرنے کے بعد باطن (یعنی قلب و نفس وغیرہ) کی صفائی کا تیسرا طریقہ "مُراقبہ" ہے۔

❖ "دِل کو مختلف خیالات اور وَساوس سے خالی کرکے کسی خاص مضمون کا تصور کرکے فیضِ الٰہی کے انتظار میں بیٹھنے کو مُراقبہ کہتے ہیں"۔

مختصر الفاظ میں "اللہ تعالیٰ کی جانب سے فیض کا انتظار کرنا مُراقبہ کہلاتا ہے"۔(اَربع انہار صفحہ18)

❖ اِن مراقبات میں اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور شئونات کی تجلیات سے فیض حاصل کیا جاتا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر کامل یقین نصیب ہو جاتا ہے، زبانی دعوے ختم ہو جاتے ہیں اور مکمل دین پر اخلاص اور احسانی کیفیات کے ساتھ عمل درآمد ہونے لگتا ہے۔

❖ ہر مراقبہ کم از کم چالیس دن کرنا ضروری ہے (یا جب تک شیخ مناسب سمجھیں)۔

❖ ہر مُراقبہ کی ابتدا میں دل ہی دل میں نیت کرنی چاہیئے، زبان سے نہیں۔

❖ مُراقبہ کے دوران اگر دھیان منتشر ہو جائے تو بار بار نیت کرنے کی ضرورت نہیں، بس ایک دفعہ نیت کر لینے کے بعد اِس یقین کے ساتھ بیٹھنا چاہیئے کہ فیض آرہا ہے، چاہے محسوس ہو یا نہ ہو۔ عام طور پر سالک شروع میں فیض آنے کو محسوس نہیں کرتا اس لئے وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں ویسے ہی وقت ضائع کر رہا ہوں اور مراقبہ میں بیٹھنے

سے اُس کا دِل گھبراتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پہلے دن سے ہی وہ فیضِ الٰہی سے مستفید ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اِس لئے اُسے مجاہدہ (کوشش) کرکے اپنے شیخ و مرشد کی ہدایات کی روشنی میں باقاعدگی سے مراقبہ کرنا چاہیئے۔ دل لگے نہ لگے، مراقبہ کی نیت سے بیٹھنا ضروری ہے تب ہی فائدہ ہوگا۔

ہر مراقبہ میں یہ تصور کرنا چاہیئے کہ میرا وہ لطیفہ (جہاں فیض وَارِد (نازل) ہو رہا ہے) سلسلہ کے مشائخ کرام اور حضور ﷺ کے لطیفہ تک ایک ہی سیدھ (لائن) میں ہیں (اور اُن شیشوں کی مانند ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے مقابل ہوں) اور حضور ﷺ کے لطیفہ سے مشائخ کے ذریعے فیض میرے لطیفے میں منتقل ہو رہا ہے۔[1]

---

[1] حضرت مفتی محمد فرید مجددیؒ فرماتے ہیں: "ایک ضعیف حدیث اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللہُ رُوْحِیْ اور اسی طرح بعض دیگر روایات کی بنیاد پر اوّل مخلوق مطلقاً یا اوّل مخلوق ارواح میں رسول اللہ ﷺ کی روح ہے اِسی طرح دیگر روایات کی بنیاد پر عالم ارواح میں پیغمبر ﷺ کو نبوت دی گئی ہے اور فقہائے کرام کی تصریحات کی بنیاد پر اگرچہ کسی پیغمبر کی نبوت کسی دوسرے پیغمبر کی نبوت سے مستفاد نہیں ہے لیکن مطلق فیوض سے استفادہ کی نفی کسی کا مذہب نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کی مثال شمس کی طرح ہے اور دوسرے انبیاء کی مثال قمر کی طرح ہے اور قمر کی روشنی شمس کا فیض ہے اگرچہ بیسویں رات کی قمر ہو اور شمس طلوع نہ ہوا ہو، اور اس افاضہ کا عالم ارواح میں کوئی استعباد (مشکل) نہیں ہے اور ان مخصوص انبیاء کا افاضے کے ساتھ تخصیص یا تو باریک مناسبت کی بنا پر ہے اور یا کشف پر مبنی ہے۔ گویا کہ رسول اللہ ﷺ کی مثال چراغ کی بتی کی طرح ہے جو ایک شیشہ میں ہے اور اس شیشہ کے ارد گرد دوسرا شیشہ ہے اور اسی طرح دیگر بہت سارے شیشے ہیں تو اصل روشنی بتی میں ہے اور دوسرے شیشوں میں بھی روشنی داخل ہوتی ہے۔ اور آخری شیشے کو پہنچتی ہے تو استفاضہ (فیض حاصل کرنے) کی اسی طرح کی مثال ہے"۔ (رسالہ مجددیہ)

❖ حضرت مولانا حسین علیؒ مراقبہ کے بارے میں فرماتے ہیں: ”حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اس طرح کہ تمہیں دعا کی قبولیت کا یقین ہو۔ پس غالب گمان سے جانے (یعنی یقین رکھے) کہ اللہ تعالیٰ نے جو فیض سرورِ کائنات ﷺ اور میرے پیشواؤں (سلسلے کے بزرگوں پر) کئے ہیں ان کے وسیلے سے وہ فیض مجھ پر بھی فائض (وارِد) ہو رہا ہے اور پھر اس کا منتظر ہو۔“ (فیوضات حسینی المعروف بہ تحفہ ابراہیمیہ صفحہ 136)

دَسواں سبق: مُراقبہ اَحَدِیَت

اِس مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے سالک اللہ تعالیٰ سے فیض مانگے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے کامل اور سخی ذات ہے، طالب اور سائل کو محروم نہیں کرتا۔ اِس کے بعد یہ حُسنِ ظن (نیک گمان) رکھے کہ

”فیض آرہا ہے اُس ذات کی طرف سے جو تمام صفات کمالیہ اور خوبیوں کا جامع اور ہر قسم کے نقائص و عیوب سے پاک (منزہ) ہے، (یہ فیض) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لطیفہ قلب پر (آرہا ہے) اور اُن کے لطیفہ قلب سے تمام مشائخ کے واسطے سے میرے لطیفہ قلب پر (آرہا ہے)۔“

❖ یہ مراقبہ کم از کم چالیس دن کرنا ضروری ہے یا جب تک مُرشد حکم فرمائیں۔

❖ مُراقبہ اَحدیت کم از کم ایک گھنٹہ کرے۔ بہتر تو یہی ہے کہ ایک ہی نشست میں کرے البتہ عُذر، بیماری یا مجبوری کی وجہ سے دو یا تین مختلف اوقات میں بھی کر سکتا ہے۔

❖ مراقبہ اَحدیت کی نیت کو زبان سے ادا کرنا یا تصور میں بار بار دُھرانا ضروری نہیں، ایک دفعہ دل میں نیت کر کے پھر فیض (انوارات) کے انتظار میں بیٹھ جائے۔

❖ اِس مراقبہ میں صفات الٰہیہ میں سے کسی صفت کا تصور نہیں کیا جاتا بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کا تصور کرتے ہیں جو کہ تمام صفات کی جامع ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کی کسی ایک صفت کا تصور نہ کرے بلکہ ذاتِ مبارک کا تصور کرے جو تمام صفاتِ کمالیہ سے متصف ہے۔

❖ حضرت مولانا سیّد ظفر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ تمام فیوضات، سلسلہ کے مشائخ کے واسطے سے ہی ہم تک پہنچتے ہیں اس لئے مراقبہ اَحدیت اور معَیت میں بھی حضور ﷺ اور مشائخ کے واسطے سے ہی فیوضات کے وارِد ہونے کی نیت کرنی چاہیئے۔ مواہبِ رحمانیہ (جلد دوم کمالاتِ عثمانیہ صفحہ 12) میں بھی مراقبہ احدیت کا یہی طریقہ بیان کیا گیا ہے۔[1]

❖ "فَیض" سے مُراد وہ انوارات، فوائد اور اَثرات ہیں جِن کی وجہ سے اللہ کے ساتھ تعلق اور قُرب میں اضافہ ہو جاتا ہے، گناہ چُھوڑنا آسان ہو جاتے ہیں اور نیک اعمال کی توفیق مِل جاتی ہے۔ مزید عام فہم الفاظ میں "فیض سے مراد وہ "انوارات" ہیں جن کی وجہ سے انسان کے تمام لطائف (ظاہر و باطن) کی صفائی اور اصلاح ہو جاتی ہے"۔ جس مقام (لطیفہ) پر فیض وارد (نازل) ہوتا ہے اُسے مورد فیض کہتے ہیں۔ مراقبہ احدیت میں موردِ فیض لطیفہ قَلب ہے۔

---

[1] حضرت مفتی محمد فرید صاحب مجددیؒ فرماتے ہیں: " مراقبہ (احدیت) کا مقصد فنائیت اور وحدت وجودی یا شہودی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ کاملہ کی موجودگی کا رسوخ ہے اور اگر سالک فیض کی نیت کرتے وقت برزخ (قبر) کا تصور کرے تو زیادہ مئوثر رہے گا۔" (رسالہ مجددیہ)۔ اس مراقبہ کے ایک عظیم فائدے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "اس میں دہریت کا رَد ہے۔"(از تجلیات فریدی جلد اول ص134)

اثرات

اس مراقبہ کو باقاعدگی سے کرنے سے اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے اور کائنات کے فانی ہونے کا کامل یقین نصیب ہو جاتا ہے۔

گیارھواں سبق: مُراقبہ لطیفہ قلب

اِس کے بعد اگلے پانچ مراقبات کو "مَشارِبات" کہتے ہیں۔ مشارب، مَشرب کی جمع ہے اور مَشرب کے معنی "راہ" اور "گھاٹ (یعنی پینے کی جگہ)" کے ہیں۔ جس طرح دریا کا پانی گھاٹ سے پیا جاتا ہے، اِسی طرح جن ذرائع سے فیض سالک تک پہنچتا ہے اُسے مشرَب کہتے ہیں۔ (فیوضات درخواستی ص108)

اہم نکتہ: سالکین، اِن مراقبات (مشاربات) کو اس اُمید پر کرتے ہیں کہ سلسلہ کے مشائخ کے واسطے سے اُن تجلیاتِ الٰہی کا فیض حاصل کریں جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچی ہیں اور حضور ﷺ سے دیگر انبیائے کرام کو منتقل ہوئیں۔ اس کے ساتھ یہ دُعا اور التجا بھی کرنی چاہیئے کہ اِن تجلیات کے ذریعے نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیائے کرام کو اللہ تعالیٰ کی ذات، شیونات اور صفات کی جو معرفت حاصل ہوئی تھی، اُس میں سے بھی ہمیں حصہ نصیب فرمادے۔

نوٹ: مندرجہ بالا نکتہ بہت اہم ہے، اس لئے کہ اس کو سمجھنے کے بعد ہی آنے والے مشاربات کی نیّتوں کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

نیت مُراقبہ لطیفہ قلب

مشارِبات میں پہلا مُراقبہ لطیفہ قلب پر ہے جس کی نیت درج ذیل ہے؛

"اپنے لطیفہِ قلب کو نبی کریم ﷺ کے لطیفہ قلب کے مقابل سمجھ کر بزبانِ خیال عرض کرے کہ یااللہ تجلیاتِ اَفعالیہ اور خلق کا جو فیض آپ نے نبی کریم ﷺ کے لطیفہِ قلب سے حضرت آدم علیہ السلام کے لطیفہ قلب میں منتقل فرمایا تھا، وہی فیض سلسلہ کے مشائخ کے واسطے سے میرے لطیفہِ قلب میں بھی منتقل فرمادے۔"

❖ اِس مُراقبہ میں اللہ تعالیٰ کے صِفاتِ افعالیہ کا فیض حاصل کرنے کے لئے مُراقبہ کیا جاتا ہے۔ مخلوق کو پیدا کرنے، رزق دینے، مارنے، زندہ کرنے (وغیرہ) کو "صِفاتِ افعالیہ" یا "صفاتِ اِضافیہ" کہتے ہیں۔

اثرات

❖ اِس مراقبہ کی وجہ سے سالک کا یہ یقین پختہ ہو جاتا ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے اُس کا اصل فاعل اللہ تعالیٰ ہے، پوری کائنات اللہ تعالیٰ کے حکم سے چل رہی ہے، چنانچہ سالک کی توقعات صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہی وابستہ ہو جاتی ہیں اور مخلوق سے شکوہ و شکایت اور اُمیدیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اپنے اور تمام مخلوق کے افعال، سالک (مُرید) کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور ایک فاعلِ حقیقی (یعنی اللہ تعالیٰ) کے فعل کے سوا اس کی نظر میں اور کچھ نہیں آتا۔ اس یقینِ کامل کے حاصل ہو جانے کے بعد

اسے دلائل کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس یقین اور کیفیت کا حاصل ہو جانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جو تجلیٔ افعالیہ کے ظہور کا نتیجہ ہے۔[1]

---

[1] **مُشاربات کا پَس منظر:** رسالہ سلوک میں ہے: "یہ بات بھی یادرکھنی چاہیئے کہ فیاض یعنی فیض پہنچانے والی ذات اللہ تعالیٰ ہے۔ سب سے پہلے جس ہستی پر فیض وارد (نازل) ہوتا ہے وہ حضور ﷺ ہیں، آپ فیض کو تقسیم کرنے والے ہیں، تمام کمالات آپ ﷺ میں جمع ہیں۔ آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ سے ان فیوض کی تقسیم ہوئی۔ مختلف مقامات کے فیضان کو مختلف انبیاء علیہم السلام کی طرف تقسیم کیا گیا اور پھر اُس نبی سے دوسری مخلوق کی طرف تقسیم ہوتا ہے۔ مثلاً لطیفہ قلب کا فیض حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا پھر اُن کے واسطے سے باقی لوگوں میں تقسیم کیا گیا۔ ہر نبی کے زیرِ سایہ اور زیرِ تربیت ایک ولی ہوتا ہے تو جس وَلی پر جس نبی کے فیضان کا غلبہ ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ ولی فلاں نبی کے زیرِ قدم ہے۔ (یا یہ کہ انبیائے کرام کو جو قربِ ولایت 'اصل' کے مقام میں حاصل ہوا ہے، سالک کو اُس قرب کا ظل حاصل ہوتا ہے)
یہ بات بھی یادرکھنی چاہیئے کہ ہر اولوالعزم نبی و رسول کی ایک الگ شانِ ولایت بھی ہوتی ہے اور وہ اپنے ایک مُعَیّن (خاص) لطیفے سے مقام کمال تک پہنچتا ہے، مثلاً آدم علیہ السلام لطیفہ قلب سے، حضرت نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام لطیفہ روح سے، موسیٰ علیہ السلام لطیفہ سِر سے، عیسیٰ علیہ السلام لطیفہ خَفی سے اور سرورِ عالم ﷺ لطیفہ اَخفیٰ سے اپنے مقام کمال تک پہنچے ہیں۔

اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ اسمائے الٰہی میں سے ہر اسم بمنزلہ کُلی کے ہے اور جو ظلال کہ اُن سے پیدا ہوتے ہیں، بمنزلہ جُزیات کے ہیں۔ پس ہر اسم کسی نبی کا مبداءِ تعین ہے اور ہر ظلال کسی ولی کا مبداءِ تعین ہے اور ہر جزء اپنے کُلی کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ بعض کے نزدیک محمدی المشرب، موسوی المشرب، عیسوی المشرب کے یہی معنی ہیں۔ نیز جاننا چاہیئے کہ تمام انبیاء کو اللہ تعالیٰ تک رسائی اپنے مربّیوں یعنی اسمائے الٰہی کی راہ سے حاصل ہوتی ہے (رسالہ سلوک: ص 41) "۔ "ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، شئونات اور صفات کی تجلیات سے تو تمام انبیاء کو ہی فیض پہنچا ہے لیکن بعض انبیاء، اللہ تعالیٰ کی ذات و شئونات و صفات کی تجلیات کا خاص مظہر ہوتے ہیں اور اُن میں اُن خاص تجلیات کا ظہور دیگر کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے" (شرح مکتوبات آیاتِ قدسی) (حاشیہ جاری ہے)

بارھواں سبق: مُراقبہ لطیفہ روح

نیت مراقبہ لطیفہ روح: اپنے لطیفۂ روح کو سَرورِ عالم ﷺ کے لطیفۂ روح کے مقابل سمجھ کر بزبانِ خیال عرض (درخواست) کرے کہ

"یااللہ صفاتِ ثبوتیہ (یعنی حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر اور کلام) کی تجلیات کا فیض جو آپ نے حضرت محمد ﷺ کی روح (لطیفہ روح) سے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کی روح کو منتقل فرمایا تھا، پیرانِ کرام کے وسیلے (ذریعے) سے وہی فیض میرے (لطیفہ) روح میں منتقل فرمادے۔"

❖ اللہ تعالیٰ کی صفتِ حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر اور کلام کو "صفاتِ ثبوتیہ" کہتے ہیں۔ یعنی وہ صفات جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں ثابت (موجود) ہیں، اِن صفات کو صِفاتِ حقیقیہ بھی کہتے ہیں۔

❖ اس مراقبہ کا مقصد اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ثبوتیہ کا کامل یقین اور فیض حاصل کرنا ہے۔

(بقیہ جاری حاشیہ) چونکہ صوفیائے کرام سے منقول مندرجہ بالا تفصیلات قرآن، حدیث اور اجماع امت کے کسی حکم کے خلاف نہیں اور تمام صوفیائے کرام نے رضائے الٰہی کے حصول، قلب کی صفائی اور تزکیہ نفس میں ان مراقبات کو مددگار اور مفید پایا اس لئے ان مراقبات کی مخالفت کرنا اور انہیں بدعت کہنا درست طرزِ عمل نہیں۔ (از مرتب)

حضرت مفتی محمد فرید مجددیؒ فرماتے ہیں: "مشرب اول (یعنی مراقبہ لطیفہ قلب سے) مقصد یہ ہے کہ یہ عقیدہ راسخ (مضبوط) ہو کہ ایجاد اور خلق کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے شروع کیا ہے اور ہر کام کا فاعل اللہ ہے اور انسان کی مثال اُلہِ کار کی طرح ہے۔" (رسالہ مجددیہ)

اثرات

❖ اس مراقبہ کے اثرات یہ ہیں کہ سالک (مُرید) کی نظر اپنی اور تمام مخلوقات کی صِفات سے ہٹ جاتی ہے اور تمام صفات کی نسبت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف نظر آتی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں سالک اپنے آپ اور ماسوا کو صفات سے خالی سمجھتا ہے اور سب صفات اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ [1]

تیرھواں سبق: مُراقبہ لطیفہ سِر

نیت مراقبہ لطیفہ سِر: اپنے لطیفہِ سِر کو سرورِ عالم ﷺ کے لطیفہِ سِر کے مقابل سمجھ کر بزبانِ خیال عرض (درخواست) کرے کہ

"یا اللہ شیونِ ذاتیہ کی تجلیات کا فیض جو آپ نے حضرت محمد ﷺ کے لطیفہ سِر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لطیفہ سِر کو منتقل فرمایا تھا، پیرانِ کرام کے وسیلے (ذریعے) سے وہی فیض میرے لطیفہ سِر میں منتقل فرمادے۔"

---

[1] حضرت مفتی محمد فرید مجددیؒ فرماتے ہیں: "اس مُراقبہ کا مقصد یہ ہے کہ یہ عقیدہ راسخ (مضبوط) ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ جو کہ ہر چیز کا خالق اور فاعل ہے، (وہ) تمام صفات کمالِ ثبوتیہ سے متصف ہے۔" (رسالہ مجددیہ)

حضرت مولانا سیّد ظفر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: "نبی کریم ﷺ سے حضرت نوح علیہ السلام کے لطیفہ روح کو اجمالی فیض آتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لطیفہ روح کو تفصیلی فیض آتا ہے۔"

❖ اس مراقبہ میں اللہ تعالیٰ کے شئونِ ذاتیہ کا فیض حاصل کرنے کے لئے مراقبہ کیا جاتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی شئون کا یقین اور ایمان نصیب ہو جائے۔

❖ ''شئون'' جمع ہے ''شان'' کی۔ اِس سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ ذاتی شان ہے کہ جس سے وہ صفاتِ ثبوتیہ کے ساتھ متصف ہے۔ [1]

❖ شانِ الٰہی، صفاتِ الٰہی سے بلند مرتبہ ہے اور ذات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا اپنا وجود ہے اور اُن کی اسمائے الٰہی کے ساتھ الگ پہچان ہوتی ہے جبکہ ''شئونات'' اللہ تعالیٰ کی ذات میں اعتبارات کو کہتے ہیں، جو ذات سے الگ نہیں، گویا ''شان'' اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے درمیان رابطے کا کام دیتی ہے، جیسے زید کاتب ہے، کتابت

[1] اس مراقبہ کی تشریح کے دوران بندہ کے شیخ و مُرشد حضرت مولانا سید ظفر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ''اگر کسی سالک کو ان مراقبات کے معنٰی و مفہوم سمجھ میں نہ بھی آئے تب بھی اُس کو فیض پہنچتا ہے اور اُس کا یہ عقیدہ راسخ اور مضبوط ہو جاتا ہے کہ مندرجہ بالا تمام صفات اللہ تعالیٰ کی ذات میں پائی جاتی ہیں اور یہ تصور اور عقیدہ اُس کا حال بَن جاتا ہے۔''

مزید فرمایا کہ ''میرے ذہن میں اکثر یہ بات آتی تھی کہ عوام تو اِن باتوں کو نہیں سمجھتے چنانچہ اُنہیں دیگر سلسلوں (چشتیہ، قادریہ وغیرہ) میں اسباق دینے چاہیئں لیکن پھر قلب میں یہ بات آئی کہ ان مراقبات کا تفصیلی مفہوم سمجھ میں نہ آنے کے باوجود چونکہ فائدہ ہو رہا ہے اس لئے اسی سلسلے کو جاری رکھنا چاہیئے۔ دوسرا یہ کہ اگر کوئی مُرید بہت ہی کم علم رکھتا ہو اور وہ صرف اتنا تصور کرے کہ حضور ﷺ کے فلاں لطیفے سے میرے اُسی لطیفے پر مشائخ کے ذریعے سے فیض آرہا ہے تو اُسے بھی مکمل فائدہ پہنچے گا اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر اُس کا عقیدہ بھی مکمل مضبوط ہو جائے گا۔'' ایک عام فہم مثال سے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اگر کسی شخص کو شدید پیاس لگی ہو اور وہ ٹھنڈا پانی پی لے تو اُس کی پیاس بُجھ جائے گی چاہے اُسے یہ علم ہو یا نہ ہو کہ پانی فریج میں ٹھنڈا کیسے ہوا؟''۔

اُس کی صفت ہے تو زید ذات ہے اور کتابت اُس کی صفت لیکن کاتب بننے سے پہلے اُس کی ذات میں کاتب بننے کی استعداد و لیاقت موجود تھی[1]،تو استعداد و لیاقت وہ "شان" ہے جس نے ذات اور صفت کے درمیان رابطہ کا کام دیا ہے۔ (مجالس ناصریہ)

---

[1] حضرت مفتی محمد فرید مجددیؒ فرماتے ہیں: "شانِ (الٰہی) مرتبہ صفات سے بالا، ذات کی حیثیت کو کہا جاتا ہے۔ مثل کونہ محییا، کونہ ممیتاً (یعنی مخلوق کو زندگی اور موت دینے والا ہونا)"۔(رسالہ مجددیہ)

مزید فرماتے ہیں: " بالکل ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کوئی مخلوق موجود نہیں تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور اِن کو وجود بخشا،اس لئے اللہ تعالیٰ کی صفات اور اُس کے کمالات میں سالک کے ذہن اور قلب میں سب سے پہلے خلق اور ایجاد کی صفت فائز ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی ذات ہے جو تخلیق اور ایجاد (کے عظیم الشان امور) سرانجام دیتا ہے اور تخلیق کی صفت اُسی کے ساتھ قائم ہے۔ جان لو! کہ حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق اوّل مرتبہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہے۔ دوسرا مرتبہ اللہ تعالیٰ کی شئون (شان کی جمع) کا ہے اور حضرت مُجدد رحمتہ اللہ علیہ کے مطابق شئون اللہ تعالیٰ کی ذات کے اعتبارات کو کہا جاتا ہے، جیسے کونہ رازقاً، کونہ محییاً، کونہ ممیتاً اور یہ شئون اللہ تعالیٰ کی ذات پر زائد نہیں ہیں، تیسرا مرتبہ صفات کا ہے اور چوتھا مرتبہ اسماء کا ہے۔ صفات اور اسماء کے درمیان فرق یہ ہے کہ کہ "صفات" مبادی (اصل) کو کہا جاتا ہے جیسے، حیات، علم، قدرت ۔ اِس میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے تصور کی ضرورت نہیں ہوتی اور "اسماء" مشتقات (اصل سے بنے) کو کہا جاتا ہے جیسے حیّ، علیم، قدیر۔ اِس میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا تصور ضروری ہوتا ہے، پانچواں مرتبہ افعال کا ہے، ان مراتب میں ہر دوسرا مرتبہ پہلے مرتبہ کا فرع ہے۔ صوفیاء کرام کے نزدیک یہ مخلوق اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماء کے ظلال ہیں اور ظل کسی شے کے ظہور کو کہا جاتا ہے اگرچہ مثال اور تمثیل ہو، جیسے آنکھوں کا سرخ ہو جانا اور آواز کا بلند ہونا غضب کا ظِل ہے اور غضب ضو کو دیکھا نہیں جاسکتا۔ (از رسالہ مجددیہ) "

اثرات

اس مراقبہ کا مقصد یہ ہے کہ یہ عقیدہ راسخ (مضبوط) ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ شئونِ ذاتیہ کے ساتھ متصف ہے۔

چودھواں سبق: مُراقبہ لطیفہ خَفی

نیت مراقبہ لطیفہ خَفی: اپنے لطیفہِ خَفی کو سرورِ عالم ﷺ کے لطیفہِ خَفی کے مقابل سمجھ کر بزبان خیال عرض (درخواست) کرے کہ

"یا اللہ صِفاتِ سلبیہ کی تجلیات کا فیض جو آپ نے حضرت محمد ﷺ کے لطیفہ خَفی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لطیفہ خَفی کو منتقل فرمایا تھا، پیرانِ کرام کے وسیلے (ذریعے) سے وہی فیض میرے لطیفہ خَفی میں منتقل (القاء) فرما دے۔"

❖ "صفاتِ سلبیہ" سے مراد وہ تمام صفات ہیں جن سے اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ مثلاً شرک، ولادت، حاجت، کفاءت اور جسمیت (الغرض) ہر عیب سے پاک ہے اور بے جہت، بے کیفیت و بے مثل ہے۔ (فیوضات درخواستی ص 111)

❖ اللہ تعالیٰ کی اِن صفات سَلَبیہ کا فیض حاصل کرنے کے لئے یہ مُراقبہ کیا جاتا ہے تاکہ یہ کامل یقین نصیب ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ مندرجہ بالا تمام صفات سلبیہ سے پاک ہے۔

اثرات

❖ اِس مراقبہ کے اثرات یہ ہیں کہ جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ پاک ہے، اُن سب کا دھیان

اور یقین حال کے درجے میں حاصل ہو جاتا ہے اور یہ عقیدہ راسخ ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیوب اور نقائص سے پاک ہے۔

پندرھواں سبق: مُراقبہ لطیفہ اَخفیٰ

نیت مراقبہ لطیفہ اَخفیٰ: اپنے لطیفہ اَخفیٰ کو سرور عالم ﷺ کے لطیفہ اَخفیٰ کے مقابل تصور کر کے بزبان خیال عرض (درخواست) کرے کہ

"یا اللہ! شانِ جامع اور شانِ علم کی تجلیات کا فیض جو آپ نے حضرت محمد ﷺ کے لطیفہ اَخفیٰ میں منتقل فرمایا، پیرانِ کرام کے وسیلے (ذریعے) سے وہی فیض میرے لطیفہ اَخفیٰ میں منتقل (القاء) فرمادے۔"

❖ اس مراقبہ میں اللہ تعالیٰ کے شانِ جامع کا فیض حاصل کرنے کے لئے مراقبہ کیا جاتا ہے گویا کہ اس میں سابقہ تمام مراقبات کے فیوضات شامل ہوتے ہیں۔(کما قال مرشدی)

❖ "شانِ جامع" اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور شئونات (یعنی تمام) تجلیات کے جامع اور اصل کو کہتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں، ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ شان جامع کی تجلی سے مراد ایسی شان کی تجلی ہوتی ہے جو تمام شئونِ الٰہیہ کی جامع اور اصل ہوتی ہے"۔(فیوضات حسینی ص166)

اثرات

❖ اِس مراقبہ کا مقصد یہ ہے کہ یہ عقیدہ مضبوط ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ خالق، مالک، رازق ہے، زندہ کرنے والا اور موت دینے والا ہے۔ حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر اور کلام کی صِفات رکھتا ہے۔ تمام صفات کی شان رکھنے والا ہے اور ہر قسم کے

عیوب سے پاک ہے۔ الغرض سالک کے باطن پر یہ حال طاری ہو جانا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ صفات، شئونات اور تنزیہات سب کا جامع ہے۔[1]

❖ اللہ تعالیٰ کی ذات کو تمام ممکنہ نقائص سے پاک جاننا اور خالق کو مخلوق کی صفات سے متصف ہونے سے پاک ماننا "تنزیہہ" کہلاتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "سُبۡحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ" (الصآفات:180)

---

[1] جیسا کہ تمام عالم خلق کا وجود اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی تجلیات کا اثر ہیں اسی طرح عالم امر کے لطائف کی اصل اور ابتداء بھی اللہ تعالیٰ کی صفات وشئون وذات کی تجلیات ہیں۔

لطیفہ قلب کی اصل صفاتِ افعالیہ (اضافیہ) مثلاً تخلیق، ترزیق (رزق دینا)، اِماتت (مارنا) زندہ کرنا (احیاء) وغیرہ ہیں۔ اور اس لطیفہ کی ولایت حضرت آدم علیہ السلام کے زیر قدم ہے، جو شخص آدمی المشرب ہے وہ اسی لطیفے کی راہ سے اللہ تعالیٰ تک پہنچے گا (یعنی اُن کی تربیت کرنے والی صفت "صفت التکوین" ہے جو افعال کے صادر ہونے کا منشاء ہے، پس آدمی المشرب، صفاتِ افعالیہ کی تجلی کا فیض اخذ کرتا ہے اور دوسرے اسماء وصفات کی تجلیات کا فیض بھی اسی ضمن میں حاصل کرتا ہے)۔ گویا لطیفہ قلب کی فنا تجلیٔ افعالیہ سے وابستہ ہے۔ جب اس تجلی کا پَرتَو انسان کے قلب پر پڑتا ہے تو اُسے فنائے قلب حاصل ہو جاتی ہے۔ (شرح مکتوبات قدسی آیات) اور اس کمال (فنائے قلب) میں اگرچہ باطن کو دوام حضور (حاصل ہوتا) ہے اور ماسویٰ (اللہ) کی گرفتاری سے آزادی (مل چکی ہے)، لیکن اُس کا نفس حاضر اور علم حضوری اپنی جگہ پر موجود ہے اور اُس کی منازعت وانانیت قائم ہے (یعنی نفس کی کامل اصلاح ابھی تک نہیں ہوئی)۔ (مکتوبات شریف جلد اول مکتوب 23)

صفاتِ افعالیہ سے اوپر صفاتِ حقیقیہ ثمانیہ (ارادہ، قدرت، سمع، بصر، کلام، علم، حیات اور تکوین) ہیں۔ لطیفہ روح کی اصل، صفاتِ حقیقیہ (ثبوتیہ) سے ہے پس اس کی فنا تجلیٔ صفاتِ ثبوتیہ سے متعلق ہے۔ اور اس لطیفہ کی ولایت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر قدم ہے۔ جو شخص ابراہیمی المشرب ہے وہ اسی لطیفے کی راہ سے اللہ تعالیٰ تک پہنچے گا۔ صفات ثبوتیہ، صفاتِ افعالیہ کے مقابلے میں حق تعالیٰ کے... (حاشیہ جاری ہے)

سولہواں سبق: مُراقبہ معیّت

نیت مراقبہ معیّت: آیتِ کریمہ "وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ" (جہاں کہیں تم ہو وہ تمھارے ساتھ ہے) کا مضمون ملحوظِ خاطر رکھ کر تصور کرے کہ

"فیض آرہاہے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لطیفہ قلب پر اور اُن کے لطیفہ قلب سے تمام مشائخ کے واسطے سے میرے لطیفہ قلب پر ،اُس ذات کی طرف سے جو میرے ساتھ ہے اور عالم کے ہر ذرہ کے ساتھ ہے، اُس شان کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کی مُراد ہے۔"

❖ اللہ تعالیٰ کی معیت کی صحیح کیفیت اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے اور یہ معیت ایسی ہے کہ نہ تو استواء علی العرش کے عقیدے کے خلاف ہے اور نہ نزول الی السماءِ الدنیا کے خلاف ہے۔

(بقیہ جاری حاشیہ) قریب تر ہیں۔(لطیفہِ سِر) کی اصل (تجلیاتِ) شئونات سے ہے جو کہ (تجلیٔ) صفات کی بھی اَصل ہیں اور لطیفہ سِر کی فنا تجلیٔ شئونات پر موقوف ہے۔ خَفی کی اصل، صفاتِ تنزیہیہ (سلبیہ) سے ہے پس اس (لطیفہ خَفی) کی فنا اس درجہ عالیہ تک پہنچنے سے ہے۔ اس لطیفہ کے فنا کے حاصل کر لینے کے بعد صفات سلبیہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور سالک علم وجدانی کے ذریعے پاتا ہے کہ "ھو الذی لیس کمثلہٖ شیء (وہ ذات ایسی ہے کہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے)"۔ لطیفہ اَخفیٰ کی اصل، وہ درجہ ہے جو مرتبہ تنزیہی اور احدیت مجرد کے درمیان (برزخ) حجاب کی طرح ہے۔ یہ تجلیٔ ذاتی (عمومی) سے پیدا ہوتا ہے پس اس کی فنا اس تجلیٔ کے ساتھ مربوط ہے۔(گویا کہ لطیفہِ سِر، خَفی اور اخفاء صِفاتِ حقیقیہ سے اُوپر کے مَراتب سے ہے یعنی اُن کا مبداء فیض صفاتِ حقیقیہ سے اوپر ہے، یہ مطلب نہیں کہ یہ جواہر (لطائف) خود صفاتِ حقیقیہ سے بلند ہیں کیونکہ یہ لطائف عالم اِمکان سے ہیں اور صِفاتِ حقیقیہ عالم وجوب سے ہیں۔ البتہ اِن لطائف کے مبادیٔ...... (حاشیہ جاری ہے)

❖ مَعِیَّت کا مطلب ہے "ساتھ ہونا" اور "وَ ھُوَ مَعَکُمۡ اَیۡنَ مَا کُنۡتُمۡ" کا مطلب ہے "جہاں کہیں تم ہو وہ (اللہ) تمھارے ساتھ ہے۔"[1]

(بقیہ جاری حاشیہ) فیوض (جو شئونات ذاتیہ، وصفات سلبیہ وشانِ جامع سے عبارت ہیں) صفاتِ حقیقیہ ثمانیہ سے اوپر ہیں۔ اس لئے ان تینوں جواہر (سِر، خَفی اور اخفیٰ کے لطائف) کی تجلیات کو تجلیّاتِ ذاتیہ کہتے ہیں، یاد رہے کہ یہاں تجلیاتِ ذاتیہ سے مُراد ذاتِ بحت کی خاص تجلیات مُراد نہیں بلکہ (ذاتِ باری تعالیٰ کی) تجلیاتِ شئونات واعتبارات مُراد ہیں۔ (شرح مکتوبات قدسی آیات)

[1] بندہ کے شیخ و مُرشد حضرت مولانا سید ظفر علی شاہ مجددی صاحب فرماتے ہیں کہ "مراقبہ معیت میں اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء وصفات کا فیض سالک کو پہنچتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی مَعِیَّت ایسی ہے کہ نہ تو وہ استواء علی العرش کے خلاف ہے اور نہ ہی نزول الی السماء کے خلاف ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لئے عرش پر قرار پکڑنا (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے ساتھ مناسب ہے) ثابت ہے، اسی طرح آسمانِ دنیا پر اُترنا (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے ساتھ مناسب ہو) بھی بیان ہوا ہے اور انسانوں کے ساتھ معیت (ساتھ ہونا) بھی بیان ہوا ہے تو مندرجہ بالا جملے کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام بیانات اپنی جگہ پر صحیح ہیں اور اُن کا آپس میں کوئی تضاد نہیں۔ از مرتب)

حضرت مفتی محمد فرید مجددیؒ فرماتے ہیں: "مراقبہ معیت سے مقصد قلب پر وجود ذات کا غلبہ ہے اور وجود علمی کا رسوخ ہے۔ یہ مراقبہ کرنے کی وجہ سے سالک میں حضور، قوت ارادی اور فناء پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ اس عالم کی پیدائش سے قبل تمام مخلوقات (کی تفصیلات) اللہ تعالیٰ کے علم میں تھیں۔ فیض شروع ہونے کی جگہ (منشاء) ولایتِ صُغریٰ کا دائرہ ہے جو اولیائے عظام کی ولایت اور اسماء حُسنیٰ اور صفاتِ مقدسہ کا ظل ہے" (رسالہ مجددیہ)۔ (اس مراقبہ کی وجہ سے) توحید وجودی، ذوق وشوق استغراق و بے خودی و دوامِ حضور ونسیان ماسویٰ اللہ کی دولت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد کے سوا سب کو بھلا دینا اور دوامِ حضور یعنی یادِ حق (الٰہی) میں دائمی طور پر ثابت قدم رہنا کہ کسی بھی وقت غافل نہ ہو اس کو لطیفہ قلب کی فنا کہتے ہیں (فیوضات درخواستی ص 113)......... (حاشیہ جاری ہے)

اثرات

❖ اِس مراقبہ کے نتیجے میں سالک کو یہ کیفیت نصیب ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہے جس کی وجہ سے اُس کے لئے نیک کام کرنا اور گناہ سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔ [1]

(بقیہ جاری حاشیہ) **ضروری وضاحت:** اللہ تعالیٰ کی یاد کے سوا سب کو بُھلا دینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے تمام احکامات کی پابندی باقی تمام تعلقات پر حاوی ہو جائیں۔ یہ مطلب نہیں کہ دنیا سے لاتعلق ہو کر تمام رشتہ داروں کے ضروری شرعی حقوق ادا کرنا ہی چھوڑ دے اور دنیا چھوڑ کر غاروں اور جنگلوں میں نکل جائے۔ (از مرتب)

سوال: قربِ خداوندی مخلوق کے ساتھ ذاتی ہے یا وصفی؟ اگر اللہ تعالیٰ بالذات قریب ہو تو یہ قرب استویٰ علی العرش کے ساتھ کیسے جمع ہو گا؟ نیز جو لوگ قربِ وصفی کے قائل ہیں، وہ قربِ ذاتی کے قائلین کو کافر کیوں کہتے ہیں؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ عوام الناس قربِ ذاتی سے معیتِ جسمانی سمجھ لیتے ہیں، اس لئے علماء نے اس کا ابطال کیا ہے، بعض نے اس کے قائلین کی تکفیر کی ہے، لیکن اگر معیتِ ذاتی بِلا کیف (کیفیت نامعلوم) ہو تو اس میں کوئی محذور ممانعت نہیں، نہ استواء علی العرش کے ساتھ اس کا اجتماع ممتنع اور مشکل ہو گا، البتہ جس کو بِلا کیف (کیفیت) اعتقاد پر قدرت نہ ہو، تو اُس کے لئے سلامتی اسی میں ہے کہ معیتِ وَصفی کا قائل رہے۔ (کذافی بوادر النوادر ص 51،50 بحوالہ معارف بہلوی ج 4)

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: "یہ راہِ (سلوک) جس کے طے کرنے کے ہم درپے (مشغول) ہیں، سات قدم (منزل) ہے دو قدم عالم خلق سے متعلق ہیں اور پانچ قدم عالم اَمر سے وابستہ ہیں۔ پہلا قدم (قلب) جو سالک عالم امر میں رکھتا ہے اس میں "تجلیٔ افعال" ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے قدم (لطیفہ روح) پر "تجلیٔ صفات" اور تیسرے قدم (لطیفہ سِر) پر "تجلیٔ ذاتیہ" کا ظہور شروع ہو جاتا ہے، پھر اسی طرح درجات کے تفاوت کے ساتھ ترقی ہوتی جاتی ہے۔ ان ساتوں قدموں (منزلوں) میں سے ہر ایک قدم پر سالک اپنے سے دُور اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔" (مکوبات شریف دفتر اول مکتوب نمبر 196)

مُجَدَّدِی اسباق کی تفصیلات

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے زمانے سے قبل نقشبندی حضرات کا آخری مراقبہ اور سبق عموماً "مراقبہ معیت" ہی ہوتا تھا۔ اکثر نقشبندیہ مشائخ مراقبہ مَعِیَت کی تکمیل اور دیگر ضروری لوازمات کے پورا ہونے کے بعد ہی سالک کو خلافت دے دیتے ہیں۔ شیخ المشائخ حضرت مفتی محمد فرید مجددی رحمہ اللہ علیہ بھی عموماً سالکین کو مراقبہ معیت کی تکمیل کے بعد خلافت دے دیتے تھے۔ اِس کے بعد کے تمام اسباق (مراقبات) حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات کی روشنی میں اُن کے صاحبزادوں اور خلفاء کے مرتب کردہ ہیں، اِس لئے اُنہیں مجددی اسباق کہا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] بندہ کے شیخ و مرشد حضرت مولانا سید ظفر علی شاہ مجددی فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ قبل افغانستان کے ایک بزرگ (جن کا نام یاد نہیں رہا) کی کتاب پڑھی تھی جس میں شیخ المشائخ حضرت مفتی محمد فرید مجددیؒ اور حضرت الشیخ مولانا حمد اللہ جان ڈاگئیؒ کی تقاریظ بھی شامل تھیں۔ اس کتاب میں اُنہوں نے لکھا تھا کہ "مراقبہ معیت تک جس سالک نے مراقبات کئے ہوں تو اُسے پیرِ ناقص کہتے ہیں اور مُجَدّدی سلوک مکمل طے کرلے تو وہ پیر کامل ہے"۔

مزید فرمایا کہ " چونکہ عام لوگوں کی قوتیں اور ہمتیں کمزور ہیں اس لئے ایسے حضرات کے لئے مراقبہ معیت تک کے نقشبندی اسباق بھی کافی ہیں کیونکہ مرشد کی توجہ اور صحبت کی برکت سے، سالکین کی ایک بڑی تعداد کو مراقبہ معیت تک اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص تعلق حاصل ہوجاتا ہے اور وہ شریعت کے احکامات پر عمل پیرا ہو کر گناہوں سے پاک زندگی گزارنے لگتے ہیں۔ مجددی سلوک دراصل تفصیلی اور تکمیلی سلوک ہے"۔

ولایتِ کُبریٰ

❖ جیسا کہ پچھلے باب میں گزر چکا ہے کہ قُربِ الٰہی کی راہ کے مختلف مقامات اور مَدَارِج سمجھانے کے لئے صوفیائے کرام نے "دائرے" کی اصطلاح استعمال کی ہے، کیونکہ بعض اہلِ کشف حضرات کو عالمِ مثال میں کشف کی نظر سے وہ تمام مراتب و مقامات ایک دائرے کی شکل میں نظر میں آتے ہیں اور سالک اپنے آپ کو اس طرح دیکھتا ہے کہ گویا وہ سَیر کر رہا ہے اور لمحہ بہ لمحہ ترقی کر رہا ہے۔ یہ سَیر دائرے کے مَرکز کی طرف ہوتی ہے جیسے ہی مرکز کے قریب پہنچتا ہے تو ایک اور دائرہ کُھل جاتا ہے۔

❖ اِن دائروں کی مثال ہم سیڑھیوں سے بھی دے سکتے ہیں، جیسے انسان ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر چڑھتا ہے اور درجہ بہ درجہ ترقی کرتا ہے۔

❖ ولایتِ صغریٰ کے بعد ولایتِ کُبریٰ کے مقامات ہیں جو تین دائروں اور ایک قوس پر مشتمل ہیں۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور قُرب کے اعتبار سے انبیاء اور رسولوں کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں؛ ولایت اور نبوت۔ یعنی انبیاء اور رسول ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص اولیاء بھی ہوتے ہیں۔ سلوک مجددی کا یہ کمال ہے کہ اِس میں "ولایتِ کُبریٰ" کے مراقبات میں انبیاء کے اُن بلند مقامات سے فیض حاصل کیا جاتا ہے جس کا تعلق انبیاء کے "مقاماتِ ولایت" کے ساتھ ہے جبکہ اس کے بعد کے مراقبات "کمالات ثلاثہ" (کمالاتِ نبوت، کمالات رسالت اور کمالات اولوالعزم) میں انبیاء کرام کے اُن بلند مقامات سے فیض حاصل کیا جاتا ہے جن کا تعلق انبیاء کے "مقاماتِ نبوت ورسالت" سے ہے۔

❖ ولایت کُبریٰ کے پہلے دائرے میں نفس اور عالم امر کے پانچوں لطائف کی اصلاح ہوتی ہے جب کہ دوسرے اور تیسرے دائرے اور قوس میں صرف نفس کی اصلاح ہوتی ہے۔[1]

ولایتِ کُبریٰ کے مراقبات کے اثرات

ولایت کُبریٰ کی تجلیات سے نفس کی ضروری حد تک اصلاح ہو جاتی ہے، اَنانیت مِٹ جاتی ہے اور مکمل اصلاح کرنی آسان ہو جاتی ہے۔

سترھواں سبق: ولایتِ کُبریٰ کے پہلے دائرے کا مراقبہ

نیت: اس مراقبہ میں آیت کریمہ "وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ" (ہم تمہاری رگ جان سے بھی نزدیک تر ہیں) کے مضمون کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ تصور کرے کہ

" اُس ذات سے فیض آرہا ہے جو میری شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک تر ہے (اُس شان کے ساتھ جو حق سبحانہٗ کی مُراد ہے یعنی اس قُرب کی صحیح کیفیت تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے) اور (یہ خیال کرے کہ اِس مقام کا) فیض میرے لطیفہ نفس اور عالم امر کے پانچوں لطائف (قلب، روح، سر، خفی اور اَخفیٰ) پر وَارِد ہو رہا ہے۔"

---

[1] حضرت خواجہ محمد معصوم ؒ فرماتے ہیں: "فنائے نفس اجمال کے طور پر ولایتِ صُغریٰ میں بھی حاصل ہو جاتی ہے لیکن اس کا کمال (ولایتِ کبریٰ اور اس سے بلند) مقام میں ہے۔ (مکتوبات معصومیہ صفحہ 219) (گویا) فنائے نفس تجلیٔ صفات کا نتیجہ ہے" ۔(مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب نمبر 122)

(ولایت کُبریٰ کے) یہ تین اصول ذات حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے اعتبارات ہیں کہ جو صفات وشئونات ِالٰہی کے مبادی ہیں"۔(اربع انہار صفحہ 88)

فیض شروع ہونے کی جگہ (منشاء) ولایتِ کُبریٰ کا دائرہ اولیٰ ہے، یعنی یہ تصور کرے کہ ایک دائرہ ہے (جو تین دائروں میں سے پہلا دائرہ ہے) جس سے میرے لطیفہ نفس اور عالم امر کے پانچوں لطائف پر فیض آرہا ہے۔

ولایتِ کُبریٰ کے یہ تینوں دائرے (اور قوس) انبیاء علیہم السلام کی ولایت اور ولایت صغریٰ کے دائرے کی اصل ہیں [1]۔ گویا اس میں اللہ تعالیٰ کے اسماء، صفات، وشئونات سے فیض حاصل کیا جاتا ہے نہ کہ ان کے ظِلال سے (جیسا کہ ولایت صُغریٰ میں تھا)۔

اٹھارواں سبق: ولایتِ کبریٰ کے دوسرے دائرے کا مراقبہ

نیت: اس مراقبہ میں آیتِ کریمہ "یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ" (وہ اُن سے محبت رکھتا ہے اور یہ اُس سے محبت رکھتے ہیں) کے مضمون کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ تصور کرے کہ

"اُس ذات سے فیض آرہا ہے جو مجھے دوست رکھتا ہے اور میں اُسے دوست رکھتا ہوں اور فیض میرے لطیفہ نفس پر نازل ہو رہا ہے۔"

[1] حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: "اس دائرے (ولایت کبریٰ) کا نچلا نصف حصہ (اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفاتِ زائدہ (کی تجلیات کی اصل) کو متضمن (مشتمل) ہے اور اوپر کا نصف اللہ تعالیٰ کے شئون و اعتبارات ذاتیہ (کی تجلیات) پر مشتمل ہے۔ عالم امر کے پنجگانہ لطائف کے عروج کی نہایت (انتہاء) اس دائرہ اسماء وشئونات کی نہایت (انتہاء) تک ہے اور وہ اپنی اصل (جو درحقیقت اسماء وصفات وشئونات حق تعالیٰ ہیں) میں فناوبقا حاصل کر لیتے ہیں" (مجددی سلوک ص70)۔ ان اصول سہ گانہ کے کمالات کا حاصل کرنا نفس مطمئنہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کو اس مقام میں اطمینان حاصل ہو جاتا ہے اور اسی مقام میں شرح صدر ہو جاتا ہے اور سالک اسلامِ حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے۔ (کنزالہدایات صفحہ 171)

❖ اس مراقبہ میں فیض ولایتِ کُبریٰ کے دوسرے دائرے سے شروع ہوتا ہے یعنی یہ تصور کرے کہ ایک دائرہ ہے (جو کہ تین دائروں میں سے دوسرا دائرہ ہے) جس سے میرے لطیفہ نفس پر فیض آرہا ہے۔

❖ یہ دائرہ انبیاء کرام کی ولایت ہے اور دائرہ اولیٰ (پہلے دائرے) کی اَصل ہے، یعنی پہلے دائرے (مقام) سے یہ ایک درجہ بلند مقام ہے۔

اُنیسواں سبق: ولایتِ کُبریٰ کے تیسرے دائرے کا مراقبہ

نیت: اس مراقبہ میں آیتِ کریمہ "یُحِبُّھُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗۤ" (وہ اُن سے محبت رکھتا ہے اور یہ اُس سے محبت رکھتے ہیں) کے مضمون کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ تصور کرے کہ

"اُس ذات سے فیض آرہا ہے جو مجھے دوست رکھتا ہے اور میں اُسے دوست رکھتا ہوں اور فیض میرے لطیفہ نفس پر نازل ہو رہا ہے۔"

❖ اس مراقبہ میں فیض ولایتِ کُبریٰ کے تیسرے دائرے سے شروع ہوتا ہے یعنی یہ تصور کرے کہ ایک دائرہ ہے (جو کہ تین دائروں میں سے تیسرا دائرہ ہے) جس سے میرے لطیفہ نفس پر فیض آرہا ہے۔

❖ یہ دائرہِ بھی انبیاء کرام کی ولایت ہے اور دائرہ ثانیہ (دوسرے دائرے) کی اَصل ہے، یعنی دوسرے دائرے سے ایک درجہ بلند مقام ہے۔

بیسواں سبق: ولایتِ کُبریٰ کے قَوس کا مراقبہ

نیت: اس مراقبہ میں آیتِ کریمہ "**یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ**" (وہ اُن سے محبت رکھتا ہے اور یہ اُس سے محبت رکھتے ہیں) کے مضمون کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ تصور کرے کہ

"اُس ذات سے فیض آرہا ہے جو مجھے دوست رکھتا ہے اور میں اُسے دوست رکھتا ہوں اور فیض میرے لطیفہ نفس پر نازل ہو رہا ہے۔"

- ❖ اس مراقبہ میں فیض ولایتِ کُبریٰ کے قَوس (نصف دائرہ) سے شروع ہوتا ہے یعنی یہ تصور کرے کہ ایک قَوس (نصف دائرہ) ہے، جس سے میرے لطیفہ نفس پر فیض آرہا ہے۔
- ❖ یہ قوس دائرہ ثالثہ (تیسرے دائرے) کی اَصل ہے، یعنی تیسرے دائرے سے ایک درجہ بلند مقام ہے۔ قوس سے فیض آنے کے تصور کا اس لئے کہا جاتا ہے کہ اہل کشف حضرات کو اس مقام پر فیض دائرے کی بجائے ایک قوس (نصف دائرے) سے آنے کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

اگلے دو مراقبات اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ (الظاہر اور الباطن) کے فیوضات حاصل کرنے کے لئے کرائے جاتے ہیں۔ اسم ظاہر دراصل ولایت کُبریٰ تک کے پچھلے تمام مراقبات کا اجمالی خلاصہ ہے جس میں فیض عالم امر کے پانچوں لطائف اور نفس پر وارد ہوتا ہے جبکہ اسم باطن کی سیر میں عالم خَلق کے تین عناصِر یعنی

ہوا، آگ اور پانی (سوائے خاک) پر فیض وارِد ہوتا ہے اور اُن کی اصلاح ہوتی ہے۔

اسم ظاہر کے معارف سے مُراد اُن معارف و تجلیات سے فیض یاب ہونا ہے جو سالک کے فہم و ادراک میں سما سکتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کی تجلیات (کہ یہ سالک کے فہم و ادراک میں آسکتی ہیں) اور اسم باطن کے معارف سے مُراد وہ تجلیات و معارف ہیں جو سالک کے فہم و ادراک میں نہیں آتیں ہیں، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی خالص تجلیات و معارف۔ چونکہ ان کی کوئی خاص شکل و کیفیت نہیں ہے اس لئے وہ سالک کے ادراک سے پرے (دور) ہیں۔ (از شرح مکتوبات قدسی آیات)

اِکیسواں سبق: مراقبہ اسم الظاہر

نیت:

"اُس ذات سے فیض آرہا ہے جس کا نام الظاہر ہے۔ موردِ فیض میر الطیفہِ نفس اور میرے عالم امر کے پانچوں لطائف ہیں"۔

یہ مراقبہ ولایتِ کُبریٰ کے مراقبات میں مزید قوت پیدا کرنے کے لئے کرایا جاتا ہے۔[1]

حضرت مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں کہ یہ (مراقبہ) تمام سابقہ مراتب کا اِتمام ہے (یعنی پچھلے تمام درجوں کی تکمیل کرنے والا) ہے۔[2]

[1] سلوک مجددی ص73 [2] فیوضات حسینی ص154

بائیسواں سبق: مراقبہ اسم الباطن

نیت:

" اُس ذات سے فیض آرہا ہے جس کا نام الباطن ہے۔ منشاء فیض (فیض شروع یا ظاہر ہونے کی جگہ) ولایت علیا کا دائرہ ہے جو ملائکہ اعلیٰ کی ولایت ہے۔ موردِ فیض میرے تینوں عناصر (ہوا، آگ اور پانی) ہیں سوائے عنصر خاک کے۔"

❖ اِس کو "ولایتِ ملاءِ اعلیٰ" (یعنی فرشتوں کی وِلایت) یا "وِلایتِ علیا" بھی کہتے ہیں، کیونکہ یہ مقام (دائرہ) فرشتوں کا مبداء تعین (مبداء فیض) ہے۔

❖ اِس میں عالم خلق کے تین عَناصر (ہوا، پانی اور آگ) پر فیض آتا ہے اور اُن کی تہذیب و تکمیل و اصلاح ہوتی ہے۔

❖ اس مراقبہ میں سالک اُن تجلیات کا فیض حاصل کرتا ہے جو "اسماء"، "صفات" و "ذاتِ الٰہیہ" کی جامع ہیں۔ (سلوک مجددی ص 75)

اہم نکات

❖ اِسم ظاہر اور اسم باطن کے مُراقبات میں یہ فرق ہے کہ ولایتِ صغریٰ اور ولایتِ کُبریٰ کی سیر "اسم ظاہر" میں تھی اور ولایتِ علیا کی سیر "اسم الباطن" میں ہے۔
(سلوک مجددی ص 74)

❖ اسم ظاہر کے (تجلّیات کی) سیر میں اللہ تعالیٰ کی اسماء اور صفات کی تجلّیات وارد ہوتی ہیں اور اسم الباطن کی (تجلیات کی) سیر میں اسماء اور صفات کے پردے میں تجلئ ذات بھی پوشیدہ ہوتی ہے۔

❖ ولایتِ صغریٰ، ولایتِ کُبریٰ اور ولایت علیا کا ایک دوسرے کے ساتھ تعلق ظاہر و باطن یا پوست اور مغز کا ہے۔ مثلاً ولایتِ صغریٰ پوست اور ولایت کُبریٰ اس کا مغز ہے، اسی طرح ولایتِ کُبریٰ پوست اور ولایتِ عُلیا اس کا مغز ہے۔ (سلوک مجددی ص 73)

اسم باطن اور اسم ظاہر کے مراقبات کے اثرات

❖ اِن دونوں اَسماء (یعنی الظاہر اور الباطن) کی سَیر سے سالک کو یقین نصیب ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظاہر اتنا ہے کہ ہر چیز کا وجود اُس کی ذات پر دلالت کرتا ہے اور ذرّے سے لے کر آفتاب تک سب کچھ اُس کے وجود کی شہادت دیتا ہے اور باطن اتنا ہے کہ قُرب کے باوجود ہر شئے اُس کی حقیقت کے ادراک سے قاصر ہے۔

❖ اِس کے ساتھ ساتھ سالک میں تجلّئ ذاتِ باری تعالیٰ کو برداشت کرنے اور اُس سے فیض یاب ہونے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔[1]

---

[1] بندہ کے شیخ و مرشد حضرت مولانا سید ظفر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم نے اسم ظاہر اور اسم باطن کے مراقبات کے اثرات کا خلاصہ دو جملوں میں اس طرح بیان فرمایا کہ ان مراقبات کے نتیجے میں سالک کو یہ کامل یقین نصیب ہو جاتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ ظاہر ہے بہ لحاظِ صفاتِ مبارکہ کے اور باطن (پوشیدہ) ہے بہ لحاظ ذاتِ مبارکہ کے"۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: "ولایَتِ کُبریٰ اور عُلیا کے مراقبات کی وجہ سے انبیائے کرام اور ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ خاص مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اور شرعی احکامات پر عمل کرنا دیگر طبعی کام کرنے کی طرح آسان ہو جاتا ہے اور خلق کو ارشاد اور اُن پر شفقت کی رغبت ہو جاتی ہے۔" (از بوادر النوادر) (حاشیہ جاری ہے)

اہم نکات

اِسم باطن تک مراقبات کرنے کے بعد سالک کے عالم اَمَر اور عالم خلق کے تمام لطائف (سوائے عنصر خاک) کی صفائی ہو چکی ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی اسماء اور صفات کی تجلیات سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اَقدس، جو کہ اصل مقصود ہے، کی تجلیات

(بقیہ جاری حاشیہ) حضرت مجددؒ الف ثانیؒ فرماتے ہیں: "اِسم الظاہر کی سیر صفات میں ہے بغیر اس بات کے کہ اس کے ضمن میں ذات ملحوظ ہو اور اسم الباطن کی سیر بھی اگرچہ اسماء میں ہے لیکن اُس کے ضمن میں ذات ملحوظ ہے اور یہ اسماء ڈھالوں کی طرح ہیں جو حضرت ذات (ذات حق تعالیٰ) کے حجابات ہیں مثلاً صفتِ علم میں ذات ملحوظ نہیں لیکن اس کے اسم علیم میں پردہ کے پیچھے ذات ملحوظ ہے کیونکہ علیم ایک ذات ہے جس کی صفت علم ہے پس علم میں سیر اسم الظاہر کی سَیر ہے اور علیم میں سَیر اسم الباطن کی سیر ہے باقی تمام اسماء وصفات کا حال اسی قیاس پر ہے"۔ (دفتر اوّل مکتوب:260)

مزید فرماتے ہیں؛

"جب اس فقیر کی سیر یہاں (یعنی مراقبہ اسم ظاہر تک) ہو چکی تو وہم وخیال میں آیا کہ سب کام مکمل ہو چکا ہے، نِدا آئی کہ یہ سب کچھ اسم ظاہر کی تفصیل تھی جو کہ پرواز کے لئے ایک بازو ہے، اور اسم باطن کی سیر ابھی باقی ہے جو کہ عالم قدس کی طرف پرواز کرنے کے لئے دوسرا بازو ہے اور جب تو اس کو بھی مفصل طور پر انجام دے دے گا تو اُس وقت تجھے پرواز کے لئے دو بازو عطا ہوں گے"۔(مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب 260)

حضرت خواجہ محمد معصومؒ فرماتے ہیں: "اسم (الٰہی) کے ظلال میں وصول اور اُس کے مراتب میں سیر کو ولایتِ صُغریٰ سے تعبیر کرتے ہیں جو کہ اولیاء کی ولایت ہے اور اسماء وصفات کے اصول میں سیر ولایتِ کُبریٰ کے ساتھ وابستہ ہے جو کہ انبیا علیہم السلام کی ولایت ہے اور یہ دونوں ولایتیں اسم الظاہر سے تعلق رکھتی ہیں اور اس اسم سے گزرنے کے بعد اسم الباطن ہے جو کہ ملاءِ اعلیٰ (فرشتوں) کی ولایت ہے"۔(مکتوبات معصومیہ مکتوب 47)

کے فیوضات حاصل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ گویا اس مقام تک سالک کی سَیر ظلال یا صفات (میں) تھی اس کے بعد اب اُس کی سَیر تجلیٔ ذاتی دائمی میں واقع ہو گی جس کے تین مرتبے و درجے ہیں : کمالات نبوت، کمالات رسالت اور کمالات اولوالعزم۔

❖ "کمالاتِ نبوت"، "کمالاتِ رسالت" اور "کمالاتِ اولوالعزم" کے مراقبات میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی اُن تجلیات سے فیض حاصل کرنے کا مراقبہ کیا جاتا ہے جن سے رسولوں ،انبیاء اور پانچ اعلیٰ درجے کے اولوالعزم پیغمبروں کو کمالات عطاء ہوئے۔ دوسرے الفاظ میں ان مراقبات میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے اُن اعتبارات سے حصولِ فیض کی التجا کرتے ہیں جو کمالاتِ نبوت، کمالاتِ رسالت اور کمالاتِ اولو العزم کی حقیقتوں کا منشاء ہیں۔

❖ کمالاتِ ثلاثہ کے مراقبات میں تجلیٔ ذاتی (ذاتِ الٰہی) کا فیض بے پَردہ اسماء و صفات حاصل ہوتا ہے (فیوضات درخواستی ص117)

❖ جس طرح نبی اور رسول میں فرق ہوتا ہے اسی طرح کمالاتِ نبوت اور کمالاتِ رسالت میں بھی فرق ہے۔ رسالت کا مَرتبہ درگاہِ خداوندی میں نبوت کے مرتبہ سے ایک قدم آگے ہے اسی طرح کمالاتِ رسالت کا مقام کمالاتِ نبوت کے مقام سے ایک درجہ بلند ہے اور کمالاتِ اولوالعزم کا مقام کمالاتِ رسالت سے بھی بلند ہے۔ (سلوک مجددی ص79)

❖ سالک جب کمالاتِ نبوت کے دائرے کے مرکز میں پہنچتا ہے تو وہ مرکز دائرے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جسے کمالاتِ رسالت کا دائرہ کہتے ہیں اور جب دائرہ کمالاتِ رسالت کے مرکز میں پہنچتا ہے تو وہ مرکز بھی دائرہ کی صورت میں نظر

آتا ہے جو کہ دائرہ کمالاتِ اولوالعزم کہلاتا ہے۔ [1]

❖ ان تینوں مراقبات کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ جو کمالات اللہ تعالیٰ نے انبیاء، رسولوں اور اولولعزم پیغمبروں کو نصیب فرمائے تھے اُن میں سے کچھ حصہ سالک کو بھی نصیب ہو جائے (بفضلِ للّٰہ تعالیٰ) ۔

❖ یادرہے کہ دائروں کا نظر آنا یا اُن کا ادراک ہو جانا، اُمورِ کشفیہ میں ہے اس لئے ان کے دَرپے نہیں ہونا چاہیئے، بس اپنے شیخ کی رہنمائی میں ان مراقبات کو باقاعدگی سے کرتے رہنا چاہیئے۔

---

[1] **اہم خلاصہ:** اللہ تعالیٰ کی وہ آٹھ صفات جو خارج میں زائد کی شکل میں موجود ہیں، یہ ظلال بھی رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات درج ذیل مراتب پر مشتمل ہیں:

1: مرتبہِ ظلال 2: مرتبہِ خود صفات 3: مرتبہِ شئونات 4: مرتبہِ اعتبارات

ظلالِ صفات تک پہنچنا یہ ولایت صغریٰ ہے اور خود صفات تک پہنچنا یہ ولایت کُبریٰ ہے، جو کہ ولایت انبیاء ہے۔ اور شئوناتِ ذاتیہ تک پہنچنا یہ فرشتوں کی ولایت (ولایت ملاءِ اعلیٰ) ہے اور خود اللہ پاک کی ذاتِ عالی تک وصول یہ کمالات نبوت میں سے ہے۔ (از شرح مکتوبات قدسی آیات ص 55،54)

مرتبہِ صِفات سے مرتبہِ شئونات افضل ہے اور مرتبہِ شئونات سے مرتبہِ اعتباراتِ ذات بلند ہے کیونکہ اس آخری مرتبے میں ولی اللہ تعالیٰ کی ذات کے زیادہ قریب ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ مرتبہ قربِ ذات اور بے کیفی کے سبب سے عارف کے ادراک سے بہت بلند ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصومؒ فرماتے ہیں کہ: "امت کے بعض خاص افراد کو تبعیت ووراثت کے طور پر کمالات نبوت کے حاصل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خاص فرد نبی ہو جائے یا نبی کے برابر ہو جائے کیونکہ کمالات نبوت کا حاصل ہونا اور بات ہے اور منصب نبوت کا حاصل ہونا اور بات ہے جیسا کہ اس معنی کی تحقیق حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے مکتوبات قدسی آیات میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے"۔ (مکتوبات معصومیہ)

تئیسواں سبق: مراقبہ کمالاتِ نبوت

نیت:

"اُس ذاتِ محض سے فیض آرہاہے جو کمالات نبوت کامنشاء ہے مورد فیض میرالطیفہِ عنصر خاک ہے۔"

❖ ذاتِ محض کا مطلب یہ ہے کہ اس مراقبہ میں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے فیض آنے کا تصور کرے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات و شئونات و اعتبارات کا تصور نہ کرے۔

❖ اس مراقبہ میں یہ نیت کرنی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے فیض آرہاہے اُن تجلیات کے ذریعے جن سے انبیائے کرام کو فیض پہنچا، اور یہ فیض میرے عالم خلق کے لطیفہ "خاک" پر آرہا (وارد / نازل ہورہا) ہے۔

❖ اس مراقبہ میں تجلیاتِ ذاتِ الٰہی سے واسطہ پڑتاہے۔اس مرتبہ کے وَلی کو اعلیٰ درجہ کے کمالات حاصل ہوتے ہیں جن کا پورے طور پر احاطہ اور ادراک کرنا ولایتِ صغریٰ، کُبریٰ اور علیاء کے مقامات کے اولیاء کے لئے دُشوار ہے۔

ولایتِ صغریٰ، کُبریٰ اور عُلیاء کے تمام کمالات، کمالات نبوت (کے اس مقام) کا ظِلال (پرتَو / عکس) ہیں۔[1]

❖ ولایتِ کُبریٰ اور اُس کے بعد کے تمام مراقبات کے مقامات انبیاء کرام کے لئے مخصوص ہیں لیکن حضور ﷺ کے تابعین کو کمال اتباع کی برکت سے (بہ شرطِ فضلِ

[1] ظلال کی مختصر تشریح گزشتہ باب میں ملاحِظہ کیجئے۔

الٰہی) اِن فیوضات میں حصہ نصیب ہو جاتا ہے۔

❖ خلاصہ یہ ہوا کہ ولایت صغریٰ میں تجلیات افعالیہ، ولایت کُبریٰ میں تجلیات صفاتیہ، ولایتِ علیا میں تجلیاتِ شئونات اور کمالات ثلاثہ (کمالات نبوت، کمالات رُسل اور کمالات اولولعزم) میں "تجلیات ذاتیہ" سے واسطہ پڑتا ہے۔

اَثرات

اس مراقبہ کے اثرات یہ ہیں کہ کمالاتِ نبوت کے فیوضات میں کچھ حصہ مِل جاتا ہے اور کمالاتِ نبوت کے فیوضات حاصل ہونے کی علامت حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے یہ بیان کی ہے کہ "احکام شرعیہ یعنی اَوامر ونواہی مقتضائے طبیعت بن جاتے ہیں اور خواہشِ نفس اُن سے موافقت کرے"۔(مکتوباتِ معصومیہ، دفتر دوم مکتوب 3) یعنی شریعت کے احکامات طبیعت کا حصہ بَن جاتے ہیں، پس جس طرح انسان کی طبیعت کھانے، پینے اور شہوت کی خواہش رکھتی ہے اسی طرح اس مقام کا فیض حاصل ہو جانے کے اثرات یہ ہیں کہ طبیعت میں دینی احکامات پر عمل کرنے اور گناہوں سے بچنے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے اور نفس اُس کی مخالفت نہیں کرتا۔[1]

[1] اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہے تو ولایت کُبریٰ میں انسان کے لطیفہ نفس کی اصلاح ہوتی ہے لیکن عالمِ خلق کے باقی چار لطائف (خاک، ہوا، پانی، آگ) کی تہذیب و اصلاح بھی ضروری ہے چنانچہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کو دکھلایا گیا کہ ولایت عُلیا میں ہوا، پانی اور آگ اور اس کے بعد کے مراقبات (یعنی کمالات نبوت، رسالت اور اولوالعزم) میں عنصرِ خاک کی اصلاح ہوتی ہے۔ چنانچہ ولایتِ کُبریٰ میں نفس کی ضروری اصلاح ہو جانے کے بعد بھی عالم خلق کے باقی چار عناصر (آگ، ہوا، پانی اور خاک) کی اصلاح کی ضرورت بیان کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: "اطمینان نفس کے باوجود بدن کے اجزاء جو مختلف طبیعتوں سے مرکب ہے اور اس کی ہر ایک (حاشیہ جاری ہے)

چوبیسواں سبق: مراقبہ کمالاتِ رسالت

نیت:

"اُس ذاتِ محض سے فیض آرہا ہے جو کمالاتِ رسالت کا منشاء ہے، مورد فیض میری ہیئتِ وحدانی ہے۔"

(بقیہ جاری حاشیہ) طبیعت ایک امر کو چاہتی ہے اور دوسرے امر سے گریزاں ہے (اور وہ) سرکشی سے باز نہیں رہتی۔ اگر قوت شہوانی ہے تو وہ بھی قالب سے پیدا ہے اور اگر غضبی ہے تو وہ بھی اسی سے ظاہر ہے۔ مثلاً جسم کا ناری جزو اطمینان نفس کے باوجود خیریت کے دعویٰ اور تکبر سے باز نہیں آتا اور خاکی جُز اپنی حقارت اور کمینگی پر شرمندہ نہیں ہوتا"۔ (مکتوبات شریف بحوالہ کنز الہدایات ص150)

حضرت خواجہ معصومؒ فرماتے ہیں: "بیشک لطائف کا اپنے اُصول سے ترقی کرنا ولایت کی شرط ہے ولایت صغریٰ میں لطائف کا عروج اسماء و صفات کے ظلال تک ہے اور ولایتِ کبریٰ میں اسماء و صفات کے اُصول تک ہے، عالم امر کے لطائف کا عروج ولایتِ کبریٰ تک ہے بلکہ ولایتِ کُبریٰ کے دائرہ اولیٰ تک زیادہ تر معاملہ عالم امر کے ساتھ ہے، ولایتِ کبریٰ کے باقی دائروں سے نفس کا حصہ ہے اور عناصر اربعہ کا حصہ ولایتِ علیا و کمالاتِ نبوت سے ہے"۔ (مکتوباتِ معصومیہ، دفتر اول مکتوب 47)

حضرت مفتی محمد فرید مجددیؒ فرماتے ہیں: "جب اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا کرنا چاہا تو اس سے پہلے کچھ نہ تھا سوائے ذاتِ بحت کے اور ذاتِ بحت ایک اعتبار ہے "ذات مجرد عن الصفات سے یعنی ذات کا لحاظ کبھی مع الصفات ہوتا ہے اور کبھی مجرّد عن الصفات (یعنی صفات کے بغیر) بلکہ مجرّد عن الصفات و الشئونات والاعتبارات من حیث ھو ھو۔ تو اگر ذات پر نظر نہ ڈالی جائے بلکہ ذات کا خیال ذات کی حیثیت سے کیا جائے تو یہ ذاتِ بحت کہلاتا ہے"۔ (از رسالہ مجددیہ)

❖ اس مراقبہ (کمالات رسالت) میں یہ نیت کرنی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے فیض آرہا ہے اُن تجلیات کے ذریعے جن سے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو فیض پہنچا، اور یہ فیض میری "ہیئتِ وَحدانی" پر آرہا (وارد / نازل ہورہا) ہے۔ [1]

❖ اس سے قبل کے مراقبات کے نتیجے میں لطائفِ عشرہ (یعنی عالم خلق اور عالم امر کے تمام لطائف) ایک خاص ہیئت (صورت) اختیار کرچکے ہوتے ہیں جسے "ہیئتِ وحدانی" کہتے ہیں۔

❖ اِس مراقبہ اوراس کے بعد آنے والے تمام مُراقبات میں فیض کسی ایک لطیفہ پر نہیں آتا بلکہ تمام لطائف کے مجموعے یعنی ہیئتِ وحدانی پر ہی وارِد (نازل) ہوتا ہے۔ گویافیوضات وبرکات انسانی جسم کے ظاہر وباطن کو یکساں نصیب ہوتے ہیں۔

❖ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جو کمالات دئے گئے سالک اُن کمالات کے فیوضات میں کچھ حصہ حاصل کرنے کے لئے مراقبہ کرتا ہے۔اِس مقام کے فیوضات و برکات کمالاتِ نبوت سے بھی اعلیٰ و ارفع (بلند) ہیں اور یہاں ذاتِ بحت سے زیادہ تقرب (نزدیکی) حاصل ہے۔(سلوک مجددی ص79)

نوٹ: چونکہ تمام لطائف پر ایک وقت میں توجہ اور دھیان جَمائے رکھنا آسان نہیں اس لئے یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ اس مراقبہ (اور اس کے بعد کے تمام مراقبات کی) ابتدا میں تمام جسم اور لطائف پر فیض آنے کی نیت کرلے اور پھر مستقل دَھیان کسی ایک لطیفہ (مثلاً لطیفہ قلب) پر جَمائے رکھے۔

---

[1] کمالات ثلاثہ کے مراقبات میں نفسِ وجود (باری تعالیٰ) میں سَیر ہے جو ذات بحت کا ظِل ہے، نفس ذات نہیں۔(مقامات ص259)

پچیسواں سبق: مراقبہ کمالاتِ اولوالعزم

نیت:

"اُس ذاتِ واجب سے فیض آرہا ہے جو کمالاتِ اولوالعزم کا منشاء ہے، مورد فیض میری ہیئتِ وحدانی ہے۔"

❖ اس مراقبہ میں یہ نیت کرنی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُن تجلیات کے ذریعے فیض آرہا ہے جن سے اولوالعزم پیغمبروں کو فیض پہنچا، اور یہ فیض میری "ہیئتِ وَحدانی" پر آرہا (وارد / نازل ہو رہا) ہے۔[1]

❖ اولوالعزم سے مُراد تین سو تیرہ رسول ہیں۔ اور مشہور یہ (بات) ہے کہ اِس سے

[1] "ان تینوں مراقبات (کمالاتِ ثلاثہ) میں (حاصل کی گئی) نسبت اس قدر لطیف ہوتی ہے کہ سالک کا فہم و ادراک اُن کے سمجھنے سے قاصر ہے اور ان ہر سہ مراتب میں یہ نسبت لطیف سے لطیف تر ہوتی جاتی ہے۔ بہ سبب کمالِ لطافت ان مقامات میں سالک کو یہ گمان ہوتا ہے کہ اس کی نسبتِ باطنی (تعلق مع اللہ) میں کوئی ترقی نہیں ہو رہی۔ حالانکہ اس مقام کی نسبت سابقہ جملہ مراتب کی نسبت سے برتر ہے، لیکن ان ہر سہ کمالات میں نسبت کی ترقی و بے رنگی و لطافت میں اضافہ ہونے سے سالک کو اپنی نسبت (میں ترقی) کا ادراک نہیں ہوتا۔ (اس عدم ادراک کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ) ابتدائے سلوک سے سالک اسماء و صفات اور شئونات (الٰہیہ) کے تجلیات کی سَیر سے روشناس تھا۔ (اب) ان مراتب مقدسہ (یعنی مراقبات کمالات ثلاثہ) میں تجلیات ذاتی سے سابقہ (واسطہ) پڑا جس سے سالک کو کسی قسم کی مناسبت نہ تھی یہی وجہ اس کے عدم ادراکِ نسبت ہے۔" (سلوک مجددی ص 81، 82)

مُراد خاتم النبین حضرت محمد ﷺ، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

❖ اِس مراقبہ میں اُن کمالات کے فیوضات میں سے حصہ حاصل کرنے کے لئے سالک مراقبہ کرتا ہے جو اولوالعزم پیغمبروں کو عطا کئے گئے۔

❖ اِس مقام کے فیوضات وبرکات کمالاتِ رسالت سے بھی اعلیٰ وارفع ہیں اور یہاں ذاتِ بحت سے زیادہ تقرب (نزدیکی) حاصل ہے۔ (سلوک مجددی ص 81)

مراقباتِ حقائق

❖ اِس کے بعد حقائق کے مراقبات ہیں۔ صوفیائے کرام کے مطابق حقیقت سے مُراد کسی شئے کا "مبداء تعین" یا "مبداء فیض" ہے یعنی جہاں سے کوئی چیز فیض وتربیت پاتی ہے۔ گویا "حقیقت"، "مبداء تعین" اور "مبداء فیض" ہم معنی (ایک جیسے معنی رکھنے والے) الفاظ ہیں۔

❖ ان تمام مراقبات میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے مختلف اعتبارات سے فیض حاصل کرنے کا مراقبہ کیا جاتا ہے۔ حقائق الٰہیہ میں اس اعتبار سے کہ وہ ذات (یعنی اللہ تعالیٰ)، خانہ کعبہ، قرآن پاک اور نماز کی حقیقت کا منشاء ہے اور حقائق انبیاء میں اس اعتبار سے کہ وہ ذات (یعنی اللہ تعالیٰ)، حضرت محمد ﷺ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقائق کا منشاء ہے۔

❖ حقائق کے سات مَرَاتِب ہیں، ان کو حقائقِ سبعہ کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں؛

[1]حقیقتِ محمدی ﷺ | [2]حقیقتِ احمدی ﷺ | [3]حقیقتِ ابراہیمیؑ

[4]حقیقتِ موسویؑ | [5]حقیقتِ کعبہ رَبّانی | [6]حقیقتِ قرآن مجید

اور [7]حقیقتِ صلوٰۃ

❖ اِن میں سے تین مراقبات ''حقیقت کعبہ ربانی، حقیقت قرآنِ مجید اور حقیقت صلوٰۃ'' کو ''حقائق ثلاثہ'' یا ''حقائق الٰہیہ'' کہا جاتا ہے۔

❖ ہمارے سلسلہ فریدیہ میں حقیقتِ عیسویؑ کے مراقبہ کی بھی تلقین کی جاتی ہے۔

چھبیسواں سبق: مراقبہ حقیقتِ کعبہ رَبانی

نیت:

''فیض آرہا ہے اُس ذات واجب سے جس کی طرف سب ممکنات سجدہ کرتی ہیں اور جو حقیقت کعبہ ربانی کے فیض کا منشاء ہے۔ موردِ فیض (فیض آنے کی جگہ) میری ہیئتِ وحدانی ہے۔''

❖ مراقبہ حقیقت کعبہ میں سالک یہ نیت کرتا ہے کہ ''اُن ذاتی تجلیات سے فیض آرہا ہے جو کعبہِ ربانی کی حقیقت کا منشاء ہیں''۔ دوسرے الفاظ میں ہم یوں بھی نیت کرسکتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ کی ذات سے فیض اُن تجلیات کے ذریعے آرہا ہے جو خانہ کعبہ پر پڑرہی ہیں''۔

❖ یہاں حقیقتِ کعبہ سے مُراد اللہ تعالیٰ کی ذات کی وہ تجلیات ہیں جن سے خانہ کعبہ کو فیض پہنچتا ہے اور جن کی وجہ سے خانہ کعبہ کی طرف رُخ کرکے تمام مخلوقات سجدہ

کرتیں ہیں۔

❖ جس طرح خانہ کعبہ کی ایک ظاہری صورت ہے اِسی طرح اس کی اصل اور حقیقی صورت بھی ہے۔ ظاہری کعبہ مسجود حقیقی نہیں بلکہ مسجود مجازی ہے۔ کعبہ پر اللہ تعالیٰ کی ایک خاص تجلّی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کی شان لئے ہوتی ہے۔ اصل میں اُس تجلی کی طرف سجدہ کرنے کا حکم ہے۔ (تلخیص از مکتوبات شریف)

اَثرات

❖ اس مراقبہ سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی ظاہر ہو کر دل میں سما جاتی ہے تا کہ کسی (غیر اللہ) پر نگاہ نہ پڑے اور اگر پڑے بھی تو اس (ذات باری تعالیٰ ہی) کی عظمت وجلال نظر آئے۔ (فیوضات درخواستی ص 117)

❖ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ اس مقام پر کاملین کو اللہ تعالیٰ، حضور ﷺ کے واسطے سے اپنی عظمت و کبریائی سے روشناس کر کے اپنے دربار کا رازدار بنا دیتے ہیں۔

ستائیسواں سبق: مراقبہ حقیقتِ قرآن مجید

نیت:

"فیض آرہا ہے اُس ذات بے مثال سے جو ہر فراخی کا مبداء ہے اور جو حقیقتِ قرآن مجید کے فیض کا منشاء ہے۔ فیض آنے کی جگہ میری ہیئتِ وحدانی ہے"۔

❖ اس مراقبہ میں سالک یہ نیت کرتا ہے کہ "اُن ذاتی تجلیات سے فیض آرہا ہے جو قرآنِ پاک کی حقیقت کا منشاء ہیں"۔ دوسرے الفاظ میں ہم یوں بھی نیت کرسکتے ہیں

کہ "اللہ تعالیٰ کی ذات سے فیض آرہاہے اُن تجلیات کے ذریعے جو قرآنِ پاک کی اصل اور حقیقت ہیں"۔[1]

❖ اس مقام میں سالک کی استعداد کے مطابق کلام اللہ کے باطن کا انکشاف اور ظہور ہوتا ہے اور وہ حروفِ الٰہی میں سے ہر حرف کو دریا کی مانند پاتا ہے اور بے انتہا اسرارِ آیات ظاہر ہوتے ہیں۔

اَٹھائیسواں سبق: مراقبہ حقیقتِ صلوٰۃ

نیت:

"فیض آرہاہے اُس کمال وسعت والی بے مثل و بے چوں ذات سے جو حقیقتِ صلوٰۃ کے فیض کا منشاء ہے، موردِ فیض (فیض آنے کی جگہ) میری ہیئتِ وحدانی ہے"۔

❖ اس مراقبہ میں سالک یہ نیت کرتا ہے کہ " اُن ذاتی تجلیات سے فیض آرہاہے جو نماز کی حقیقت کا منشاء ہیں"۔ دوسرے الفاظ میں ہم یوں بھی نیت کرسکتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کی ذات سے فیض آرہاہے اُن تجلیات کے ذریعے جو نماز کی اَصل اور حقیقت ہیں"۔

---

[1] مبداء کا معنیٰ ہے کسی چیز کے شروع ہونے کی جگہ۔ مراقبہ حقیقتِ قرآن مجید میں حقیقتِ کعبہ سے وسعت زائد ہوجاتی ہے، اس میں حضرت ذات کی وسعتِ بے چونی شروع ہو جاتی ہے، یعنی وہ احوال شروع ہو جاتے ہیں جو وسعت کے مشابہ ہیں، ورنہ اس پر لفظ وسعت کا اطلاق بھی اس کے مفہوم کی ادائیگی سے قاصر ہے، اس حقیقت میں حقیقتِ کعبہ نظر آتی ہے (از ہدایت الطالبین و معارف بہلوی ص 437)۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: "قرآن مظہر ہے حقیقتِ واسع کا اور اسی وجہ سے اُس کے فیوض و برکات میں ایک خاص وسعت ہے"۔ (از بوادر النوادر)

❖ کعبہ ربانی اور قرآن پاک کی طرح نماز کی بھی صرف ظاہری صورت نہیں بلکہ اس کی بھی ایک حقیقت ہے جو اُس وقت نصیب ہوتی ہے جب ذاتِ الٰہیہ کی وہ تجلی پڑتی ہے جو صلوٰۃ کی اَصل (حقیقت) ہے، چنانچہ اس مُراقبہ میں اِسی حقیقتِ نماز کو حاصل کرنے کے لئے مراقبہ کیا جاتا ہے۔

جو سالک اس مقام (یعنی ان تجلیات سے) سے فیض حاصل کرلیتا ہے اُسے نماز کی حقیقت نصیب ہو جاتی ہے اور نماز ادا کرتے وقت گویا اس دُنیا سے باہر آجاتا ہے اور عالم آخرت میں چلا جاتا ہے اور رویتِ اُخروی کے مُشابہ حالت حاصل کر لیتا ہے۔ گویا جب حقیقتِ صلوٰۃ کی تجلی پڑتی ہے تو اِس مقام پر حق تعالیٰ کی رؤیتِ اُخروی کی شبیہ، "اَلصَّلٰوۃُ مِعرَاجُ المُوءمِن" (نماز مؤمن کی معراج ہے)، اور "اَلسَّاجِدُ یَسجُدُ عَلٰی قَدَمِ اللهِ" اور ارشادِ الٰہی: " وَاسجُد وَاقتَرِب (اور سجدہ کرتے رہو اور (سجدے کے ذریعے) اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے رہو) کے معاملات منکشف ہوتے ہیں [1]۔ اس مقام میں سالک کی سیر قَدَمی کی انتہاء ہے۔ [2]

[1] مقالات بہلویؒ: ج4، ص438

[2] حقیقتِ صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی وسعتِ بے چونی کا درجہ کمال ہے۔ ذات جامع ہے ان دونوں مذکورہ جہتوں کو یعنی مسجودیت و وسعت کو۔ جیسے صلوٰۃ جامع ہے سجدہ و قراءت کو۔ اپنی وسعت اور بلندی کی وجہ سے یہ مقام ایسا ظاہر کرتا ہے کہ حقیقتِ کلام مجید اس کا ایک جزو ہے اور دوسرا جزو حقیقتِ کعبہ ہے (ہدایت الطالبین ص75)

اُنتیسواں سبق: مراقبہ معبودیتِ صرفہ

نیت:

"اُس ذات سے فیض آرہا ہے جو معبودیت صرفہ کا منشاء ہے اور مورد فیض میری ہیئتِ وحدانی ہے"۔

❖ صرفہ "خالص" کو کہتے ہیں۔ حقیقتِ صلوٰۃ کے بعد معبودیتِ صِرفہ (خالص معبودیت) کی اعلیٰ نسبت کا مرتبہ ہے۔

❖ اِس مراقبہ میں خالص ذاتِ الٰہی سے فیض حاصل کرنے کا مراقبہ کیا جاتا ہے اس اعتبار سے کہ صرف وہ معبود حقیقی ہے اور ہر قسم کی عبادت کا حق خالص ذاتِ باری تعالیٰ کو حاصل ہے۔

❖ انبیائے کرام اور اور اکابر اولیائے کرام کی انتہائی سیر حقیقتِ نماز کے مقام تک ہے اور اس کے اوپر صرفِ معبودیت کا مقام ہے کہ کسی کو بھی یہ دولت میسر نہیں لیکن الحمد للہ کہ اس مقام پر نظر کرنے سے منع نہیں فرمایا گیا اور بقدرِ استطاعت گنجائش دی گئی ہے کہ اس سے فیض حاصل کرلے اور یہ نظر رؤیت ومشاہدہ سے ماوراء ایک بے کیف امر ہے کہ جب تک اس تک نہ پہنچے، اس کے معنی کو نہیں سمجھ سکے گا، گویا کہ یہ متشابہات کی قسم سے ہے۔ (مکتوبات شریف بحوالہ کنزالہدایات)

اَثرات

❖ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی حقیقت اس مقام میں ظاہر ہو جاتی ہے اور معبود حقیقی کا

اثبات و یقین کہ اُس (ذاتِ ذوالجلال) کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اس مقام میں حاصل ہو جاتا ہے[1]۔ (مکتوبات شریف از حضرت مجدد الف ثانیؒ، دفتر سوم مکتوب 77)

مندرجہ بالا حقائقِ ثلاثہ (الٰہیہ) کے مقامات پر جو انکشافات و کمالات ظاہر ہوتے ہیں وہ دیگر مقامات پر ظاہر نہیں ہوتے۔ مثلاً کعبہ کی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ قرآنِ پاک اور نماز کی حقیقت نصیب ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذاتی تجلیات کے اِن اعتبارات (حیثیتوں) سے بھی فیض حاصل ہو جاتا ہے۔ (تلخیص از ہدایت الطالبین)

حقائق انبیاء کے مراقبات

مندرجہ بالا حقائق ثلاثہ کو "حقائق الٰہیہ" بھی کہتے ہیں اور اِن کی سیر یہیں تک تھیں، اب "حقائق انبیاء" کا بیان ہوتا ہے۔

حقائق انبیاء کے اِن مراقبات میں سالک، اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہی فیض حاصل کرتا ہے لیکن اُن تجلیات کے ذریعے، جن کے ذریعے حضرت محمد ﷺ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت موسیٰؑ، اور حضرت ابراہیمؑ کو فیض ملا۔ گویا ان مراقبات میں سالک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُن مقامات اور تجلیاتِ ذاتی سے فیض حاصل کرنے کے لئے مراقبہ کرتا ہے جو مندرجہ بالا انبیائے کرام کا "مبداء فیض" یا "مبداء تعین" ہیں۔

دراصل یہ بھی اللہ تعالیٰ کے قُرب کے مختلف مقامات ہی ہیں جو حضرت مجدد الف

[1] ذاتِ بحت (خالص اللہ تعالیٰ کی ذات) کو معبودیتِ صرفہ اور لاتعین بھی کہتے ہیں (از عمدۃ السلوک و مقالاتِ بہلوی ج 3 صفحہ 197)

ثانیؒ پر آخری دور میں ظاہر ہوئے [1]۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ حدیث قدسی سے ثابت ہے کہ سب سے پہلے "صفتِ محبت" کا تعین ہوا۔ گویا تعیّن اول "حُب" کی صفت ہے [2] یعنی

[1] یہ حقائق انبیاء تعین حُبی (محبت) میں واقع ہیں، اصل میں ولایتِ کبریٰ میں داخل ہیں، چونکہ آخر میں منکشف ہوئے ہیں اس لئے سیر و سلوک میں بھی آخر میں واقع ہوئے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ جس طرح حقائقِ الٰہیہ میں ترقی اللہ تعالیٰ کے محض فضل پر موقوف ہے اسی طرح حقائقِ انبیاء میں ترقی سیّدالابرار ﷺ کی محبت پر موقوف جانیں، جیسا کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ اپنی ذات کو دوست رکھتا ہے اسی طرح اپنی صفات و افعال کو بھی دوست رکھتا ہے، پس محبت کی دو قسمیں ہوئیں؛

1۔ مُحِبّیت 2۔ محبوبیت

مُحِبّیتِ ذاتیہ کے کمالات کا ظہور حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ میں ہوا اور محبوبیت کی بھی دو قسمیں ہیں محبوبیتِ ذاتی اور محبوبیتِ صفاتی و اسمائی۔

محبوبیت صفاتی و اسمائی کا ظہور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور دیگر انبیاء میں متحقق ہوا اور محبوبیتِ ذاتی کا ظہور حقیقتِ محمدی واحمدی ﷺ میں متحقق ہوا۔ پس اوّل کمالاتِ صفاتی و حقیقتِ ابراہیمی میں سیر شروع ہوتی ہے پھر حقیقتِ موسویؑ میں پھر حقیقتِ محمدی واحمدی ﷺ میں سیر واقع ہو گی۔ (عمدۃ السلوک)

[2] **تعیّن اول کی وضاحت:** مخلوق کی پیدائش ایسے ہوئی کہ سارا جہان عدم کے درجہ میں تھا اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات موجود تھی، باقی کچھ نہ تھا۔ عدم کے آئینہ میں رُخ کر کے توجہ ڈالی تو مخلوق کے نقشے ظاہر ہوئے۔ تجلّی کا جو پہلا نقشہ ظاہر ہوا اُس کو تعیّنِ اوّل کہتے ہیں، یعنی کوئی چیز جو پہلے متعین نہیں تھی اب اُس کا تعین ہو گیا۔ وہ تعین اول جس پر تمام عارفین متفق ہیں جس کو حقیقت الحقائق کہتے ہیں وہ حقیقت محمدیہ ﷺ ہے۔ (مجالس ناصریہ)

(تعیُّن کا قریب ترمترادف لفظ انگریزی زبان میں Determine ہے یعنی جس کی حدود، قیود اور مقدار کو معلوم کیا جا سکے۔ از مرتب)

(حاشیہ جاری ہے)

خالق کا اپنی مخلوق سے سب سے پہلے تعلق محبت کے ذریعے ہوا۔ اور محبت میں بھی تین اعتبارات (حیثیتیں) ہیں کہ اللہ تعالیٰ مُحِب بھی ہے، محبوب بھی ہے اور حُب کی صفت بھی رکھتا ہے۔

اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بھی تین اعتبارات ہوئے:

(1) اللہ تعالیٰ اپنی ذات کا محب بنا یعنی اُس کو اپنی ذات سے محبت ہوئی (شانِ محبیت)

(2) اللہ تعالیٰ محبوب بھی بنا (شانِ محبوبیت) اور

(3) اللہ تعالیٰ کے اندر محبت کی شان موجود ہے۔

(بقیہ جاری حاشیہ) حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: "تعیُّن" کے معنی یہ نہیں ہیں کہ حق عَزَّوَجَلَّ (اللہ تعالیٰ) نے نزول کیا اور حُب اور وجود بن گیا بلکہ تعیُّن کے معنی صادر ہونے کے ہیں (بحوالہ کنز الہدایات صفحہ 242) اور سب سے پہلے جو چیز اس پوشیدہ خزانے سے منصہ شہود پر آئی، وہ حُب تھی جو مخلوقات کی پیدائش کا سبب بنی۔ (مکتوبات شریف جلد سوم مکتوب 93، 122)

حضرت خواجہ محمد معصومؒ فرماتے ہیں: "آنحضرت ﷺ کی حقیقت تمام موجوداتِ ممکنہ کے حقائق پر فوقیت رکھتی ہے خواہ وہ انبیائے مرسلین کے حقائق ہوں یا ملائکہ مقربین کے حقائق، نیز وہ حقیقت بمنزلہ کُل ہے اور دوسرے تمام حقائق اُس کے اجزاء کی مانند ہیں۔ پہلی چیز جو غیب کی کمین گاہ سے سے ظہور کے میدان میں آئی اور صادر ہوئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت ہے اور مرتبہ لاتعین کا سب سے پہلا تعین بھی وہی (حقیقتِ محمدیہ ﷺ) ہے جو کہ تعین حُبّی ہے"۔ اور "جیسا کہ حدیثِ قُدسی **کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف** (میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ میں جانا پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ میں پہچانا جاؤں) اس پر دلالت کرتی ہے"۔ (مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب نمبر 24 اور 113)

اللہ تعالیٰ کی ذات سے قُرب کے اعتبار سے صفتِ حُب کے چند درجات اور اعتبارات ہیں۔ پہلا مقام ایک دائرے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جسے "مقام خُلّت" کہتے ہیں اور (تعینات میں) یہ حضرت ابراہیمؑ کا مبداء تعین ہے [1]۔ اس دائرے کا مرکز، دوسرے دائرے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ دوسرا دائرہ حضرت موسیٰؑ کا مبداء تعین ہے۔ اس دوسرے دائرے کے مرکز میں ایک تیسرا دائرہ کھلتا ہے جو کہ (تعینات میں) نبی کریم ﷺ کا مبداء تعین ہے (جب کہ شئونات الٰہیہ میں اس کو "شان العلم" سے تعبیر کرتے ہیں)۔ یہ دائرہ مقام محبوبیت کا ہے لیکن اس

[1] حضور ﷺ کا مبداء فیض (شئونات الٰہیہ میں) "شان العلم" ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مبداء فیض "صفت الکلام" ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مبداء فیض "صفت القدرت" ہے، حضرت آدم علیہ السلام کا مبداء فیض "صفت التکوین" ہے اور حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مبداء فیض "صفت العلم" ہے۔ یعنی "شان العلم" حضور ﷺ کا مبداء فیض ہے اور تفصیل "صفت علم" مبداء فیض ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اور برزخ اجمال اور تفصیلِ صفت علم مبداء فیض ہے حضرت نوح علیہ السلام کا۔ باقی انبیائے کرام اِنہی اولوالعزم حضرات پیغمبران علیہم السلام کے مبادی فیوض میں شریک ہیں۔

اولیاء کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو محبوبین ہیں اور دوسرے محبین۔ محبوبین، محمدی المشرب ہوتے ہیں اور محبین دیگر انبیاء کے مشارب پر ہوتے ہیں (یعنی جن مبادی فیوضات سے انبیاء تربیت پاتے ہیں، اُن مبادی کے ظلال سے اُن کے ہم مشرب اولیاء بھی فیض یاب ہوتے ہیں)۔ (مثلاً) جس (ولی کا) مبداء فیض شان العلم (کاظِل) ہے وہ محمدی المشرب ہے اور جس کا مبدا فیض تفصیل صفت العلم (کا ظل) ہے وہ ابراہیمی المشرب ہے (وغیرہ) گویا کہ اولیاء مُحبین کے مبادی فیوض صفات ثبوتیہ کے ظلال ہوتے ہیں۔ اور یہ تقسیم تقدیرِ ازلی اور تقسیم خداوندی ہے۔ (شرح مکتوبات قدسی آیات ص 101،75)

میں مخلوط محبوبیت ہے۔ اس کو "حقیقتِ محمدیہ ﷺ" کہتے ہیں اور اس دائرے کا تعلق اسم محمد ﷺ سے ہے۔اس دائرے کے مرکز میں پہنچنے پر جو دائرہ ظاہر ہوتا ہے وہ "خالص محبوبیت" کا مقام ہے۔اس کو "حقیقت احمدیہ ﷺ" کہتے ہیں۔اس کا تعلق اسم مبارک احمد ﷺ سے ہے۔یہی تعین اوّل ہے گویا حضرت محمد ﷺ کے لئے دو ولایتیں ہیں: "حقیقتِ محمدیہ اور حقیقت احمدیہ"۔اس کے اوپر "لاتعین "ہے[1]۔
(تلخیص از "ارشاد الطالبین ")

انبیائے کرام کے حقائق میں خاص قسم کا انس (موانست) ذات باری تعالیٰ کے ساتھ اور خاص محبت حبیب خدا ﷺ کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔(ہدایت الطالبین ص 40،41 بحوالہ فیوضات حسینی)

---

[1]اصل عبارت یہ ہے: "تعین اول حب کی صفت ہے۔ محیط "دائرۂِ خُلّت" ہے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مبداء تعین ہے۔ اور مرکز محبت ہے۔جب مرکز پر پہنچتے ہیں تو وہ بھی ایک دائرے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جس کا محیط خالص محبت ہے جو حضرت موسیٰؑ کا مبداء تعین ہے اور اس کا مرکز "محبوبیت " ہے۔جو رسول اللہ ﷺ کا مبداء تعین ہےاور وہ مرکزدائرہ کی طرح ظاہر ہوتا ہے ،اس کا محیط محبوبیت ممتزجہ (مخلوط) ہے اور اس کا مرکز خالص محبوبیت ہے اور وہ حقیقۃ الحقائق ہے۔ محبوبیت ممتزجہ کا معاملہ اسم مبارک محمد (ﷺ) سے تعلق رکھتا ہے اور محبوبیت خالص کا تعلق اسم مبارک احمد(ﷺ)کے ساتھ ہے پس سرور کائنات ﷺ کے لئے دو ولایتیں ہیں:ایک ولایت محبوبیت ممتزجہ کہ اس کو "حقیقت محمدیہ ﷺ "کہتے ہیں اور دوسری ولایت خالص محبیت کہ اس کو "حقیقت احمدیہ ﷺ "کہتے ہیں ۔یہی تعین اول ہے اس کے اوپر لاتعین ہے۔ (یہ مضمون حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی کتاب "ارشادالطالبین" سے لیا گیا ہے)

تیسواں سبق: مراقبہ حقیقتِ ابراہیمیؑ

نیت:

"اُس ذات سے فیض آرہا ہے جو حقیقتِ ابراہیمیؑ کا منشاء ہے۔ موردِ فیض میری ہیئتِ وحدانی ہے"۔

❖ اس مراقبہ میں سالک یہ نیت کرتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی ذات سے فیض آرہا ہے اُن تجلیات کے ذریعے جن سے حضرت ابراہیمؑ کو فیض جاری ہے"۔

دوسرے الفاظ میں ہم یوں بھی نیت کرسکتے ہیں کہ "اُن تجلیاتِ ذاتی سے فیض آرہا ہے جو حضرت ابراہیمؑ کی حقیقت کا منشاء ہیں"۔

❖ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا کہ تعینِ حُب میں یہ پہلا دائرہ (مقام) ہے جو حضرت ابراہیمؑ کا مبداء تعین (مبداء فیض) ہے۔ یعنی یہ مقام حقیقتِ ابراہیمیؑ کا مرتبہ ہے یہاں اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُنس اور قرب پیدا کرنے کے لئے مندرجہ بالا مفہوم کو مدِّ نظر رکھ کر مُراقبہ کیا جاتا ہے۔

❖ جو اُنس اللہ تعالیٰ کو اپنی صفات، شئون اور اعتبارات سے ہے اُسے خُلّت کہتے ہیں۔ اس لئے اس مقام کو بھی مقامِ خُلّت بھی کہتے ہیں۔ اسی اُنس و خُلّت کا ظہور حقیقتِ ابراہیمیؑ میں ہوا اسلئے آپ کا لقب خلیل اللہ رکھا گیا [1]۔

---

[1] حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: "خُلَت بہت عالی مقام ہے اور کثیر البرکت ہے اور عالم مجاز میں بھی جس شخص کو کسی دوسرے کے ساتھ اُنس و الفت اور سکون اور آرام ہے وہ سب خُلّت کے مقام کے ظِلال ہیں"۔ (مکتوبات شریف، دفتر سوم مکتوب 88)

❖ اس مقام میں محبوبیتِ صفاتی جلوہ گر ہوتی ہے، جبکہ حقیقتِ محمدی ﷺ اور حقیقتِ احمدی ﷺ میں محبوبیت ذاتی جلوہ گر ہوتی ہے (ہدایت الطالبین)۔

اَثرات

❖ اِس مقام پر سالک کو حضرتِ ذات (اللہ تعالیٰ) سے ایسا اُنس پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ دوسری طرف رُخ ہی نہیں کرتا۔ اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کے سوا کسی سے مدد نہیں چاہتا۔

اِکتیسواں سبق: مراقبہ حقیقتِ موسویؑ

نیت:

" اُس ذات سے فیض آرہا ہے جو حقیقتِ موسویؑ کا منشاء ہے۔ مورد فیض میری ہیئتِ وحدانی ہے "۔

❖ اس مراقبہ میں سالک یہ نیت کرتا ہے کہ " اللہ تعالیٰ کی ذات سے فیض آرہا ہے اُن تجلیات کے ذریعے جن سے حضرت موسیٰؑ کو فیض جاری ہے "۔

دوسرے الفاظ میں ہم یوں بھی نیت کر سکتے ہیں کہ " اُن تجلیاتِ ذاتی سے فیض آرہا ہے جو حضرت موسیٰؑ کی حقیقت کا منشاء ہیں "۔

❖ یہ تعینِ حُب کا دوسرا دائرہ (مقام) ہے جو حضرت موسیٰؑ کا مبداء تعین ہے۔

❖ یہ مقام محبِّ خاص حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے اور جس خوش نصیب کو اللہ تعالیٰ چاہے اللہ اِس باطنی دولت میں سے حصہ عطا فرما دیتے ہیں۔ [1]

[1] یہ مقام محبتِ ذاتیہ صِرفہ کا دائرہ ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی اپنی ذات پاک سے محبت و دوستی جس سے حقیقتِ موسوی مُراد ہے ظاہر ہوئی۔ سالک کو اس مقام میں نسبتِ موسوی سے فیض حاصل ہوتا ہے۔

اَثرات

❖ اللہ تعالیٰ کی ذات سے محبت پیدا کرنے کے لئے یہ مُراقبہ کرایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس مراقبہ کے نتیجے میں سالک کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کمال درجہ محبت پیدا ہوتی ہے اور یہ اسی کمال محبت کا تقاضہ تھا کہ جنابِ موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اَرِنِي اَنْظُرْ اِلَيكَ عرض کرکے اُس ذات کی بے پردہ رویت چاہی۔

بتیسواں سبق: مراقبہ حقیقتِ عیسویؑ

نیت:

"اُس ذات سے فیض آرہاہے جو حقیقتِ عیسویؑ کا منشاء ہے۔ موردِ فیض میری ہیئتِ وحدانی ہے"۔

❖ اس مراقبہ میں سالک، یہ نیت کرتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی ذات سے فیض آرہا ہے اُن تجلیات کے ذریعے جن سے حضرت عیسیٰؑ کو فیض جاری ہے"۔

دوسرے الفاظ میں ہم یوں بھی نیت کرسکتے ہیں کہ "اُن تجلیاتِ ذاتی سے فیض آرہا ہے جو حضرت عیسیٰؑ کی حقیقت کا منشاء ہیں"۔

❖ یہ صفتِ حُب کا تیسرا دائرہ (مقام) ہے جو حضرت عیسیٰؑ کا مبداء تعین ہے[1]۔

---

[1] حضرت مولانا عبدالمالک صدیقیؒ اور حضرت مفتی محمد فرید مجددیؒ کے سلاسلِ مبارکہ میں یہ (مراقبہ عیسویؑ) درج ہے اور آپ اپنے متعلقین کو یہ مراقبہ کرنے کی تلقین فرماتے تھے اس لئے اس کو یہاں پر درج کیا جارہا ہے (از مرتب)۔

اس (مراقبہ میں) میں بہ نسبت حقیقت موسویؑ کے تنزیہ کا پرتو زیادہ پڑتا ہے۔ (از معارف بہلوی ج4)

تینتیسواں سبق: مراقبہ حقیقتِ محمدی ﷺ

نیت:

" اُس ذات سے فیض آرہا ہے جو حقیقتِ محمدی ﷺ کا منشاء ہے۔ مورد فیض میری ہیئتِ وحدانی ہے"۔

❖ اس مراقبہ میں سالک یہ نیت کرتا ہے کہ " اللہ تعالیٰ کی ذات سے فیض آرہا ہے اُن تجلیات کے ذریعے جن سے حضرت محمد ﷺ کو فیض جاری ہے" ۔

دوسرے الفاظ میں ہم یوں بھی نیت کر سکتے ہیں کہ "اُن تجلیاتِ ذاتی سے فیض آرہا ہے جو حضرت محمد ﷺ کی حقیقت کا منشاء ہیں۔"

❖ یہ صفتِ حُب کا چوتھا دائرہ (مقام) ہے جو حضرت محمد ﷺ کے عالم خلق کا مبداء تعین (مبداء فیض) ہے۔ (مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب 1)

❖ اِس مقام میں اُس ذات کا مُراقبہ ارشاد فرمایا جو اپنی ذات کا مُحِب بھی ہے اور محبوب

[1] مشائخ نے کشف سے یہ معلوم کیا ہے کہ اوّل مخلوق حقیقت محمدی ﷺ ہے اور اس سے آثار حضرت محمد ﷺ کے وجود پر ظاہر ہوتے ہیں اور اس کا نام حُب ہے نہ معنی مصدری (فیوضات حسینی المعروف بہ تحفہ ابراہیمیہ صفحہ 119)

حقیقت محمدی ﷺ حقیقۃ الحقائق ہے اور ممکنات کے حقائق میں سے کوئی حقیقت اس کے اوپر نہیں، یعنی حقیقت محمدی ﷺ سے ترقی جائز نہیں ہے، اس وجہ سے کہ حقیقت محمدی ﷺ کے اوپر مرتبہ لاتعین ہے (کنز الہدایہ صفحہ 296)۔ حقیقت محمدی کے مقام سے فیض یاب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سالک اللہ تعالیٰ کی اُن تجلیات (شان العلم) سے فیض حاصل کرلے جو نبی کریم ﷺ کی مربی ہیں۔

بھی اور حقیقت محمدی کا منشاء بھی ہے[1]۔اس مقام پر مُحبّیت اور محبوبیت آپس میں ملی ہوئی ہے، کا ظہور ہوا (اس کو دائرہ محبوبیتِ ذاتیہ ممتزجہ کہتے ہیں)۔ (فیوضات درخواستی ص119)

اَثرات

اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُنس و محبت کو درجہ کمال پر پہنچانے کے لئے یہ مُراقبہ کیا جاتا ہے۔

چونتیسواں سبق: مراقبہ حقیقتِ احمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

نیت:

" اُس ذات سے فیض آرہا ہے جو حقیقتِ احمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا منشاء ہے۔ مورد فیض میری ہیئتِ وحدانی ہے "۔

❖ اس مراقبہ میں سالک، یہ نیت کرتا ہے کہ " اللہ تعالیٰ کی ذات سے فیض آرہا ہے اُن تجلیات کے ذریعے جن سے حضرت احمد مجتبیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فیض جاری ہے "۔

دوسرے الفاظ میں ہم یوں بھی نیت کرسکتے ہیں کہ "اُن تجلیاتِ ذاتی سے فیض آرہا ہے

[1] حضرت مفتی محمد فرید مجددیؒ فرماتے ہیں: "حقیقتِ محمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک کشفی امر ہے، یہ نہ روحِ محمدی سے تعبیر ہے اور نہ نورِ محمدی سے تعبیر ہے کما لا یخفی علیٰ من راجع الی کتب اهل التصوف ایسے کشفی امر سے ضروریات دین کو مجروح کرنا نہ نص کا تقاضا ہے اور نہ عقل کا۔ اور عالم کا فیض روح محمدی ہونا نہ مردود ہے اور نہ ممنوع۔ لسکوت الاحادیث عنه البتہ روح محمدی کا مادہ اور مصدر ہونا تمام عالم کا مردود ہے۔ لا ستلزامه وجود روح محمد فی المسلم و الکافر و فی النجاسات الطیبات ولا ستلزامه کون روحه جزء من کل مخلوق مثل المصدر من المشتقات و غیر ذالك من الاشکالات۔ وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ جلد اول، کتاب التصوف والسلوک صفحہ 390)

جو حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ کی حقیقت کا منشاء ہیں"۔

❖ یہ صفتِ حُب کا پانچواں دائرہ (مقام/مرتبہ) ہے جو حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ کے عالم اَمر کا مبداء تعین (مبداء فیض) ہے۔(مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب 1)

❖ اس مراقبہ میں اُس ذات سے فیض حاصل کیا جاتا ہے جو اپنی ذات کو محبوب رکھتا ہے اور حقیقت احمدی ﷺ کا منشاء ہے۔

❖ حضرت مفتی محمد فرید مجددیؒ فرماتے ہیں "حقیقتِ محمدی ﷺ اور حقیقتِ احمدی ﷺ میں فرق یہ ہے کہ حقیقتِ محمدی ﷺ وہ حقیقت ہے جس میں محبوبیت کے ساتھ کچھ مقدار محبیت بھی ملی ہوئی ہو اور حقیقت احمدی ﷺ وہ حقیقت ہے جس میں خالص محبوبیت موجود ہو، اور ولایتِ احمدی ایک مرحلہ قریب (ہے مطلوب کے) اور بلند ہے ولایتِ محمدی ﷺ سے۔"(سلسلہ مبارکہ)

❖ اس مقام پر محبوبیتِ ذاتی ظاہر ہوتی ہے جس طرح کہ مقامِ خُلّت میں محبوبیتِ صفاتی ہوتی ہے۔ محبوبیت ذاتی کا مطلب یہ ہے کہ صرف ذات سے محبت ہو، کسی صفت یا کمال کی وجہ سے نہ ہو ۔اس کو دائرہ محبوبیت ذاتیہ صرفہ بھی کہتے ہیں۔(ہدایت الطالبین)

❖ حضرت مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں کہ "جب سالک دیکھے کہ عالم مثال میں اس دائرہ (حقیقت محمدیہ یا حقیقت احمدیہ یا حُب صرف) کے مقام تک پہنچ گیا ہے تو سمجھ لے کہ اپنے درجہ اور مرتبہ کے اعتبار سے اس کو کمال محبت اور کمال محبوبیت کی بشارت حاصل ہو گئی ہے۔" (فیوضات حسینی ص 161)

پینتیسواں سبق: مراقبہ حبِ صرف

نیت:

" اُس ذات سے فیض آرہا ہے جو حُبِّ صرف کا منشاء ہے اور مورد فیض میری ہیئتِ وحدانی ہے۔"

- ❖ اللہ تعالیٰ مُحِب ہے، محبوب ہے اور حُب کی صفت بھی رکھتا ہے۔
- ❖ حقائق انبیاء کے جتنے مراقبات اس سے پہلے گزر چکے اُن میں اللہ تعالیٰ کی حیثیتِ حُب (حُبّیت) اور مُحِب (محبوبیت) کی نسبت سے مراقبات تھے۔
- ❖ اس مراقبہ میں " خالص حُب (محبت) کی صفت " کے فیض کو حاصل کرنے کے لئے مراقبہ کیا جاتا ہے۔ " حُبِّ صرف " خالص محبت کو کہتے ہیں۔
- ❖ حُبِّ صَرف میں محبوبیت اور محبیّت کا لحاظ نہیں ہوتا بلکہ صرف نسبتِ حُبّی کا لحاظ ہوتا ہے (سلسلہ مبارک) یعنی اس جگہ حُبِّ صرف ذاتی کے لحاظ سے مراقبہ کیا جاتا ہے۔(معارف بہلویؒ)
- ❖ یہ مقام ذاتِ لاتعین (اللہ تعالیٰ) کے قریب تر ہے اور حقائقِ انبیاء کا آخری مقام ہے، جس کی انتہاء میں قربِ خداوندی کے سوا کچھ نہیں ہے۔(اربع انہار)
- ❖ بعض مشائخ کے نزدیک اصل میں حقیقت محمدی ﷺ یہی "حُب صرف" ہے اور جو پہلے بیان ہوئی، وہ اس مقام کا ظِل ہے۔ یہاں جو کچھ مشاہدہ میں آتا ہے وہ اصل ہے (اربع انہار ص،106، مقامات ص 273)
- ❖ ذاکر و سالک کی انتہائی ترقی کا مرتبہ یہی حُب ہے کہ اس کے اوپر ترقی ممکن نہیں

کیونکہ یہ مرتبہ حُب جو اصل میں حقیقت محمدی ﷺ ہے اور مخلوق ہے اور وہ اسم ہے جو سرور کائنات ﷺ کے لئے مربی ہے[1]۔ (فیوضات حسینی المعروف بہ تحفہ ابراہیمیہ صفحہ 118)

چھتیسواں سبق: مراقبہ دائرہ لاتعین

نیت:

"اُس ذات سے فیض آرہا ہے جو دائرہ لاتعین کا منشاء ہے اور مورد فیض میری ہیئتِ وحدانی ہے۔"

❖ اس مراقبہ میں اُس ذات سے فیض حاصل کرنے کا مراقبہ کیا جاتا ہے جو تعینات سے پاک اور مُبَرا ہے، اس لئے اس کو "لاتعین" کہتے ہیں[2]۔

❖ اس مقام کو لاتعین اس لئے (بھی) کہتے ہیں کہ یہ تعین اول یعنی تعین حُبی سے پہلے اور برتر ہے۔ اور یہ مقام بھی حضور ﷺ کے لئے مخصوص مقامات میں سے ہے۔ یہاں سَیر قدمی نہیں ہوتی لیکن سیر نظری ضرور ہوتی ہے۔

---

[1] مرتبہ حُبِّ صرفہ و حقائق محمدی ﷺ و احمدی ﷺ ایک دوسرے کے بطون یا ظلال ہیں اور یہ تینوں مراتب آنحضرت ﷺ سے متعلق ہیں گویا آپ ہی حقیقت جامعہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہی حُبِّ صرفہ ہے کہ محبوبیت کی شان کے ساتھ متعلق ہو تو اُسے حقیقتِ احمدی ﷺ اور مُحبیت دونوں شئون کے ساتھ وابستہ ہو تو اُسے حقیقتِ محمدی ﷺ کہتے ہیں یا یوں کہئے کہ آنحضرت ﷺ مع جسد و روح، حقیقت محمدی (علیٰ مظہرہٖ و التسلیمات) کے مظہر ہیں اور آپ کی روحِ مقدس، حقیقتِ احمدی ﷺ (علیٰ مظہرھا الصَّلٰوۃ والتّحیۃ) کی مظہر ہے اور آپ ﷺ کا نور حُبِّ صرفہ کا مظہر ہے۔ (سلوک مجددی ص 103)

[2] اربع انہار و فیوضات درخواستی ص 120

❖ حضرت خواجہ محمد معصومؒ فرماتے ہیں: "جہاں تک سیر و سلوک ہے تمام ترقی و عروج مراتبِ تعینات میں ہے، مراتبِ تعینات کے اوپر قدم رکھنے کی جگہ نہیں ہے اگرچہ عروج کے وقت بلا تعین ظاہر ہو حقیقت میں تعین کے پردے کے بغیر نہیں ہے، لاتعین محض میں قدم رکھنا وجوب کے ساتھ متحقق ہونا ہے جو کہ محال ہے، ہاں اس بارگاہ میں نظری وصول شاید محال نہ ہو۔" (مکتوبات معصومیہ دفتر اول، مکتوب نمبر 24)

مزید فرماتے ہیں: "ولایتِ ظلیّ میں، جو کہ ولایت صغریٰ ہے، مراقبات اور قلبی اذکار بہت زیادہ مناسبت رکھتے ہیں اور دوسری دو ولایتوں (ولایتِ کُبریٰ اور ولایتِ علیا) میں کہ (ان دونوں میں سے) ہر ایک اصل سے تعلق رکھتی ہے اور ظل سے نکل چکی ہے ذکر لسانی اور کلمہ طیبہ کا تکرار بہت زیادہ ترقی بخشنے والا ہے اور جب معاملہ کمالاتِ نبوت میں واقع ہوتا ہے تو اس مقام میں قرآن مجید کی تلاوت اور نماز خاص طور پر فرض نمازیں فائدہ مند و نفع بخش ہیں اور جب معاملہ اس سے بھی اوپر چلا جاتا ہے تو ایک ایسا مقام آتا ہے کہ عمل و اعتقاد کا جہاں کوئی اثر نہیں ہے اس مقام میں ترقی محض فضل و احسان سے ہے، یہ مقام انبیائے مرسلین علیہم الصلوات والبرکات کے ساتھ مخصوص ہے اور اُن کے طفیل اُمتیوں میں سے جسے چاہتے ہیں نواز دیتے ہیں اور جب اس مقام سے بھی ترقی واقع ہوتی ہے تو معاملہ فضل و احسان سے محبت کی طرف مائل ہو جاتا ہے اس مقام میں کمالات کا حصول و ترقی صرف محبت پر موقوف ہے۔"
(مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب نمبر 64)

اسباقِ نقشبندیہ ومجددیہ کا خلاصہ

❖ ولایت صغریٰ میں اللہ تعالیٰ کے اَسماء وصفات کے "ظلال" سے فیض حاصل کرنے کے مراقبات کرائے جاتے ہیں۔

❖ ولایتِ کُبریٰ میں اللہ تعالیٰ کے اَسماء و صفات سے فیض حاصل کرنے کے مراقبات کرائے جاتے ہیں۔

❖ کمالات ثلاثہ (نبوت، رسالت اوراولوالعزم) میں اللہ تعالیٰ کی ذات سے فیض حاصل کرنے کے مراقبات کرائے جاتے ہیں (اجمالاً)۔

❖ حقائق الٰہیہ کے مراقبات میں بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کے مختلف اعتبارات (حیثیتوں) سے فیض حاصل کرنے کے مراقبات کرائے جاتے ہیں۔ مثلاً مراقبہ حقیقتِ کعبہ میں اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی ذات سے فیض حاصل کیا جاتا ہے کہ وہ ذات (یعنی اللہ تعالیٰ) مسجود خلائق ہے اور خانہ کعبہ کی حقیقت کا منشاء ہے اور حقیقتِ قرآن پاک میں اس اعتبار سے کہ ذاتِ باری تعالیٰ میں وسعتِ بے کیف ہے اور منشاء ہے حقیقتِ قرآنِ پاک کا اور حقیقت صلوٰۃ میں اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مسجودیت اور وسعت دونوں کی جامع ہے اور نماز کی حقیقت کا منشا ہے۔ (کذا فی بوادر النوادر صفحہ 595)

❖ حقائقِ انبیاء، تعین حُبی میں واقع ہیں اور در حقیقت ولایتِ کُبریٰ ہی میں شامل ہیں، لیکن چونکہ یہ (حقائق انبیاء) منکشف بالکل آخر میں ہوئے ہیں اس لئے اس کے مراقبات آخر میں کرائے جاتے ہیں۔ ان مراقبات میں بھی ذاتِ باری تعالیٰ سے فیض حاصل کیا جاتا ہے اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم،

حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے حقائق کا منشاء ہے۔

❖ اس کے بعد آخری دو مراقبات "معبودیت صرفہ" اور "لاتعین" کے ہیں جس میں صرف "ذات بحت" سے فیض حاصل کرنے کے لئے مراقبہ کیا جاتا ہے[1]۔

(خلاصہ (مفہوماً) از تحفہ سعدیہ صفحہ 258)

بے شمار تعریفیں ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے۔ اُس کی کامل اور مکمل نعمتوں پر اور درود حضور ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل و اولاد اور سب تابعداروں پر۔ آمین

[1] بعض مشائخ کے مطابق "دائرہ لاتعین (لاظہور)" اور "معبودیتِ صرفہ" دراصل ایک ہی مقام یا مرتبے کے مراقبے ہیں۔ استفسار پر بندہ کے شیخ و مُرشد نے فرمایا کہ دونوں کا مقصد ایک ہی ہے۔
حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: "وہ سبحانہٗ و تعالیٰ وراء الوراء ہے۔ اس عالم خلق کے اوپر عالم امر ہے اور عالم امر کے اوپر اسماء و شئونات کے ظلی، اصلی، اجمالی اور تفصیلی مراتب ہیں اور ان مراتبِ ظلی، اصلی، کونی، اجمالی اور تفصیلی کے مطلوب حقیقی کو تلاش کرنا چاہیئے۔" (مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب نمبر 285)

اسباق نقشبندیہ بہ زبانِ فارسی

طریق اول:
ذکر اسم ذات باشد یا کہ نفی و اثبات: اسم ذات باین روش کہ زبان را بکام چسپانیدہ ۔ ودل را از خواطر واز حدیث النفس تہی ساز دوبہ لطیفہ قلب کہ محلش زیر پستان چپ بہ فاصلہ دو انگشت است۔اسم مبارک اللہ اللہ بگوید و مفہوم آں کہ ذات موصوف بجمیع صفات کاملہ و منزہ از صفات ناقصہ کہ برآں ایمان آوردیم در لحاظ دارد درتمام اوقات بریں ذکر مواظبت نماید تا دل بذکر جاری شود

بعد ازاں از **لطیفہ روح** کہ مکانش زیر پستان راست است بفاصلہ دو انگشت

بعد ازاں **لطیفہ سر** کہ محل او برابر پستان چپ بفرق دو انگشت مائل بوسط سینہ ذکر کند

بعدہ **لطیفہ خفی** کہ جائش برابر پستان راست بفرق دو انگشت بوسط سینہ

بعدہ **لطیفہ اَخفیٰ** کہ مکانش وسط سینہ بزکر نماید تاآنکہ لطائف خمسہ جاری بزکر شوند

بعد ازاں**لطیفہ نفس** کہ محل او وسط پیشانی ذکر کند

بعد ازاں **لطیفہ قالبیہ** کہ محلش تمام بدن تا ازہر بن موئے ذکر ہویدا گردد۔ ایں را **سلطان الاذکار** مے نا مند۔ بدانکہ گاہے سلطان الاذکار وسط فرق سر یعنی بالائے دماغ متعین سازند ازاں ہم ذکر بتمام بدن بفضل اللّٰہ تعالی جاری گردد۔ واللہ اعلم

طریق ذکر نفی اثبات

ایں کہ اول نفس خود را زیر ناف بند کند و بزبان خیال کلمہ لآ را از ناف تا بدماغ خود رساند و لفظ الٰہ را بر دوش راست فرود آ رد و لفظ الا اللہ را بر دل ضرب کند بوجہے کہ اثر ذکر بلطائف دیگر رسد و لفظ محمد رسول اللہ را در وقت گذاشتن نفس بخیال دارد و شرط در ذکر لحاظ معنی کہ "نیست مقصود و موجود بجز ذات پاک" ودر وقت نفی نفی ہستی خود و نفی جمیع موجودات نماید و در وقت اثبات اثبات ذات حق تعالی سبحانہ ملحوظ دارد و نیز از شرط ذکر چند بادبزبان خیال بکمال خاکساری و نیاز مندی مناجات و التجا کردن خداوندا مقصود من توئی و رضائے تُو محبت و معرفت ذوق و شوق خود بدہ و توجہ خود بسوئے قلب و توجہ قلب بذات الٰہی داشتن ضرور کہ حصول نسبت بدون ایں دو چیز محال است ایں توجہ را وقوف قلبی نامند ،باید کہ دل را از خواطر نگاہ دارد تا خواطر غلبہ نکندوایں را نگہداشت گویند

حبس نفس در ذکر مفید حرارت قلب و ذوق و رقت و نفی خواطر و ترقی محبت است، و از فوائد حبس نفس مے تواند کہ موجب حصول کشف گردد و در ذکر نفی و اثبات رعایت عدد طاق معمول دارد، لہذا ایں را وقوف عددی گویند ، وایں ماثور از حضرت خضر علیہ السلام کہ بہ حضرت خواجہ عبدا لخالق غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ تعلیم فرمودہ بوند پس اگر دریک دم تا بست ویک بار رسانیدہ، فائدہ ندیدہ عمل او باطل از سر گیر دو شرط را نیک نگہدارد۔واللہ اعلم و علمہ اتم

نیت مراقبہ احدیت:فیض فی آید از ذات کہ مسجتمع جمیع صفات کمال است و منزہ از ہر نقصان و زوال مورد فیض لطیفہ قلب من است

لطیفہ قلب خود را مقابل لطیفہ مبارک سرور عالم ﷺ داشتہ بزبان خیال عرض کند کہ الہی فیض تجلیات افعالیہ کہ از لطیفہ قلب آں سرور عالم ﷺ در لطیفہ قلب حضرت آدم علیہ السلام افاضہ فرمودہ بحرمت پیران کبار در لطیفہ قلب من القاء کن

مراقبہ لطیفہ روح:لطیفہ روح خود را مقابل لطیفہ روحِ مبارک سرور عالم صلی اللّٰہ علیہ و وسلم داشتہ بزبان خیال عرض کند کہ الہی فیض تجلیات صفات ثبوتیہ کہ از لطیفہ روح آں سرور عالم ﷺ در لطیفہ روح حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیہم السلام افاضہ فرمودہ بحرمت پیران کبار در لطیفہ روح من القاء کن

مراقبہ لطیفہ سِر: لطیفہ سِر خود را مقابل لطیفہ سِر مبارک سرور عالم ﷺ داشتہ بزبان خیال عرض کند کہ الہی فیض تجلیات شئونِ ذاتیہ کہ از لطیفہ سِر مبارک آں سرور عالم ﷺ در لطیفہ سِر حضرت موسیٰ علیہ السلام افاضہ فرمودہ بحرمت پیران کبار در لطیفہ سِر من القاء کن

مراقبہ لطیفہ خَفی: لطیفہ خَفی خود را مقابل لطیفہ خَفی مبارک سرور عالم ﷺ داشتہ بزبان خیال عرض کند کہ الہی فیض تجلیات صفاتِ سَلبیہ کہ از لطیفہ خَفی مبارک آں سرور عالم ﷺ در لطیفہ خَفی حضرت عیسی علیہ السلام افاضہ فرمودہ بحرمت پیران کبار در لطیفہ خَفی من القاء کن

مراقبہ لطیفہ اَخفیٰ: لطیفہ اَخفی خود را مقابل لطیفہ اَخفی مبارک سرور عالم ﷺ داشتہ بزبان خیال عرض کند کہ الہی فیض تجلیات شانِ جامع کہ در لطیفہ اَخفی مبارک آں سرور عالم ﷺ افاضہ فرمودہ بحرمت پیران کبار در لطیفہ اَخفی من القاء کن

تنبیہ:باید دانست کہ در ہر مراقبہ لطیفہ را کہ مورد فیض است ملحوظ داشتہ ہمیں لطیفہ را از ہریک از مشائخ کرام سلسلہ تا بہ سرور عالم ﷺ بمنزلہ

آئینہائے متقابلہ فرض کردہ بطریقہ تعاکس آن فیض مخصوصہ منعکس انگارد تا بمقتضائے "انا عند ظن عبدی بی مامول " بحصول انجامد ۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

مراقبہ معیت:مضمون آیت کریمہ " وھو معکم این ما کنتم " ملحوظ داشتہ از صمیم قلب داند کہ فیض مے آید از ذات کہ بامن و باہر ذرہ از ذرات کائنات بہماں شان کہ مراد اوست تعالی منشاءفیض دائرہ ولائت صغری است کہ ولایت اولیائے عظام و ظل اسماء و صفات مقدسہ است مورد فیض لطیفہ قلب من است۔

ولایت کبریٰ:و آں مشتمل بر سہ دائرہ و یک قوس است

نیت دائرہ اولیٰ:مضمون آیت کریمہ" و نحن اقرب الیہ من حبل الورید" را ملحوظ داشتہ از روئے باطن داند کہ فیض مے آید از ذاتیکہ نزدیک تر است بمن از رگ جان من بہماں شان کہ مراد حق سبحانہ و تعالی است مورد فیض لطیفہ نفس و لطائف خمسہ عالم امر من است منشاء فیض دائرہ اولی ولایت کبری است کہ ولایت انبیاء عظام علیہم السلام و اصل دائرہ ولایت صغری است

نیت دائرہ ثانیہ:مضمون آیت کریمہ" یحبہم و یحبونہ" را ملحوظ داشتہ در خاطر گذارند از روئے باطن داند کہ فیض مے آید از ذاتیکہ مراد دوست مے دارد ومن او را دوست مے دارم منشاء فیض دائرہ ثانیہ ولایت کبری است کہ ولایت انبیاء عظام علیہم السلام و اصل دائرہ اولی است مورد فیض لطیفہ نفس من است

نیت دائرہ ثالثہ:مضمون آیت کریمہ" یحبہم و یحبونہ" را ملحوظ داشتہ در خیال می آرد از روئے باطن داند کہ فیض مے آید از ذاتیکہ مراد دوست مے دارد ومن او را دوست مے دارم منشاء فیض دائرہ ثالثہ ولایت کبری است کہ ولایت انبیاء عظام علیہم السلام و اصل دائرہ ثانیہ است مورد فیض لطیفہ نفس من است

نیت قوس:مضمون آیت کریمہ" یحبہم و یحبونہ" ملحوظ داشتہ در دل گزارند کہ فیض می آید از ذاتیکہ مراد دوست می دارد ومن او را دوست می دارم منشاء فیض قوس ولایت کبری است کہ اصل دائرہ ثالثہ مورد فیض لطیفہ نفس من است۔

مراقبہ اسم الظاہر: فیض می آید از ذاتیکہ مسمی باسم ظاہر است مورد فیض لطیفہ نفس و لطائف عالم امر من است

مراقبہ اسم الباطن: فیض می آید از ذاتیکہ مسمی باسم الباطن است منشاء فیض دائرہ ولایت علیا است کہ ولایت ملائکہ اعلی است مورد فیض عناصر ثلاثہ من است سوائے عنصر خاک

مراقبہ کمالات نبوت: فیض می آید از ذات بحت کہ منشاء کمالات نبوت است مورد فیض لطیفہ عنصر خاک من است

مراقبہ کمالات رسالت: فیض می آید از ذات بحت کہ منشاء کمالات رسالت است مورد فیض ہیئتِ وحدانی من است

مراقبہ کمالات اولوالعزم: فیض می آید از ذات بحت کہ منشاء کمالات اولو العزم است مورد فیض ہیئتِ وحدانی من است

مراقبہ حقیقت کعبہ ربانی : فیض می آید از ذات بحت کہ مسجود الیہ جمیع ممکنات کہ و منشاء حقیقت کعبہ ربانی است مورد فیض ہیئت وحدانی من است

مراقبہ حقیقت قرآن مجید : فیض می آید از ذات مبدا وسعت بیچون حضرت ذات است کہ منشاء حقیقت قرآن مجید است مورد فیض ہیئت وحدانی من است

مراقبہ حقیقت صلوٰۃ : فیض می آید از کمال وسعت بیچون حضرت ذات کہ منشاء حقیقت صلوٰۃاست مورد فیض ہیئت وحدانی من است

مراقبہ معبودیت صرفہ : فیض می آید از ذاتیکہ منشاء معبودیت صرفہ است مورد فیض ہیئت وحدانی من است

مراقبہ حقیقت ابراہیمی : فیض می آید از ذاتیکہ منشاء حقیقت ابراہیمی است مورد فیض ہیئت وحدانی من است

مراقبہ حقیقت موسوی : فیض می آید از ذاتیکہ منشاء حقیقت موسوی است مورد فیض ہیئت وحدانی من است

مراقبہ حقیقت عیسوی : فیض می آید از ذاتیکہ منشاء حقیقت عیسوی است مورد فیض ہیئت وحدانی من است

مراقبہ حقیقت محمدیﷺ : فیض می آید از ذاتیکہ منشاء حقیقت محمدی ﷺ است مورد فیض ہیئت وحدانی من است

مراقبہ حقیقت احمدی ﷺ : فیض می آید از ذاتیکہ منشاء حقیقت احمدی ﷺ است مورد فیض ہیئت وحدانی من است

مراقبہ حُب صرف : فیض می آید از ذاتیکہ منشاء حب صرف است مورد فیض ہیئت وحدانی من است

مراقبہ دائرہ لاتعین : فیض می آید از ذات بحت کہ منشاء دائرہ لا تعین است ۔ مورد فیض ہیئت وحدانی من است

الحمد للہ علی نعماہ وآلآئہ الکاملۃ حمداً کثیراً طیباً وا لصلوٰۃ علی نبیہ وآلہ و عترتہ و اتباعہ اجمعین

اس کتاب کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
1	مکتوبات اِمام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ	ترجمہ: مولانا سید زوّار حسین شاہؒ
2	مکتوبات معصومیہ (مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصومؒ)	ترجمہ: مولانا سید زوّار حسین شاہؒ
3	اَربع انہار	حضرت شاہ احمد سعید مجددیؒ
4	در المعارف (ملفوظات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)	حضرت شاہ رؤف احمد مجددیؒ ترجمہ: محمد نذیر رانجھا مد ظلہٗ
5	مکاتیب شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)	ترجمہ: محمد نذیر رانجھا مد ظلہٗ
6	ملفوظات زواریہ (ملفوظات حضرت مولانا سید زوار حسین شاہؒ)	حضرت صوفی محمد اعلیٰ قریشیؒ
7	مواہب رحمانیہ (جلد 3،2،1) سوانح حیات حضراتِ نقشبندیہ موسیٰ زئی شریف (حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ، حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ، حضرت خواجہ محمد سراج الدینؒ)	مرتب: حضرت خواجہ محمد اسماعیل صاحب سراجی مجددیؒ
8	معارف بہلوی (تالیفات حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ)	ترتیب و تسہیل مولانا سعید احمد جلال پوریؒ
9	بوادر النوادر	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
10	رسالہ سلوک (از حضرت میر نعمانؒ) ورسالہ قیومیت (از حضرت ابو الحسن زید فاروقیؒ)	مرتب ڈاکٹر حافظ منیر احمد خان مد ظلہٗ
11	سلوک مجددیہ	مولانا سید عبداللہ شاہؒ

12	عمدۃ السلوک	مولانا سیّد زوار حسین شاہؒ
13	منہاج السلوک	جناب مسعود الرحمٰن نقشبندی مدظلہٗ
14	مقامات	مرتب مولانا مقصود احمد عمری رامپوریؒ
15	شرح مکتوبات قدسی آیات (شرح مکتوباتِ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ)	شارح حضرت مولانا نصر اللہ ہو تکیؒ
16	معیار السلوک ودافع الاوہام والشکوک	مولانا شاہ محمد ہدایت علی مجددی جیپوریؒ
17	تحفہ زاہدیہ	مکتوبات شریف حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ و حضرت خواجہ سراج الدینؒ
18	تحفہ ابراہیمیہ	مکتوبات حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ
19	تحفہ زوّاریہ	مکتوبات حضرت شاہ احمد سعیدؒ
20	سلسلۃ الذّہب (موسوم بہ) سلسلہ سراجیہ مجددیہ	حضرت مولانا محمد اسماعیل سراجی مجددیؒ
21	تحفہ سعدیہ (حالات زندگی حضرت مولانا ابو السعد احمد خانؒ)	مولانا محبوب الٰہیؒ
22	کنز الہدایات	خواجہ محمد باقر لاہوریؒ
23	ہدایت الطالبین	حضرت مولانا ابو سعید فاروقی مجددیؒ
24	تحفۃ السالکین (ترجمہ) ارشاد الطالبین	حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ
25	رسالہ مجددیہ (سلسلہ مبارکہ)	افادات حضرت مفتی محمد فرید مجددی زروبویؒ

26	فیوضاتِ درخواستی (از افادات حضرت مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی صاحب)	مرتب: مولانا حماد اللہ درخواستی مدظلہ
27	مجالس ناصریہ (ملفوظات حضرت حافظ ناصر الدین خاکوانی صاحب مدظلہ)	مرتب: حافظ احمد مجتبیٰ صاحب مدظلہ
28	حقیقت جذب وسلوک	مولانا شبیر احمد کاکاخیل صاحب مدظلہ
29	فیوضات حسینی المعروف بہ تحفہ ابراہیمیہ	حضرت مولانا حسین علی واں بھچراںؒ (ترجمہ: حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتیؒ)
30	سوانح حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ	مرتب: محمد عبد الحق علوی مدظلہ

سلاسلِ اربعہ (نقشبندیہ مجددیہ، چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ) کے اذکار و مُراقبات کی تفصیل

فیوضاتِ فریدیہ

خاندان مجددیہ فریدیہ

حسب الارشاد

شیخ المشائخ حضرت مولانا سیّد ظفر علی شاہ صاحب مجددی رُستمی دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد فرید مجددی زروبوی رحمۃ اللہ علیہ

(سابق شیخ الحدیث وصدر دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

علاؤالدین

خلیفہ مجاز

حضرت مولانا سیّد ظفر علی شاہ صاحب مجددی رُستمی دامت برکاتہم

ناشر: خانقاہِ فریدیہ، رُستم ضلع مردان، خیبر پختونخواہ

عوام کے ذہنوں میں پائے جانے والے سوالات اور اُن کے جوابات

تصوف کی حقیقت

مؤلف

علاؤالدین

پسند فرمودہ

حضرت مولانا سید ظفر علی شاہ صاحب
(خلیفہ حضرت مفتی محمد فرید مجددی زروبویؒ)

حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب
(خلیفہ حضرت مولانا محمد اشرف خان سلیمانیؒ)

حضرت مفتی محمد طفیل کوہاٹی صاحب
(خلیفہ حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب)

تصوف کیا ہے؟

کیا تصوف فرض عین ہے؟

کیا نئے طریقوں سے ذکر کرنا بدعت نہیں؟

نقشبندی، چشتی، سہروردی اور قادری سلسلوں کی حقیقت کیا ہے؟

کیا اسلام میں پیری مُریدی کی گنجائش ہے؟

بیعت سے کیا مُراد ہے؟

کیا اصلاح کے لئے قرآن وحدیث کافی نہیں؟

پیر مُرید کی اِصلاح کیسے کرتا ہے؟

اصلاح معاشرہ کے لئے تصوف ضروری کیوں؟

سلسلہ نقشبندیہ کی تین عظیم خانقاہوں کا

یادگار سفر

میر کارواں

حضرت مولانا سید ظفر علی شاہ صاحب

(خلیفہ حضرت مفتی محمد فرید مجددی زروبوی ؒ)

مولانا محمد الیاس صاحب

خلیفہ مجاز حضرت مفتی محمد فرید مجددی ؒ

ناشر: خانقاہِ فریدیہ، رُستم ضلع مردان، خیبر پختونخواہ